SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, January 9, 1994

The Senate of Pakistan met in the old National Assembly Hall (State Bank Building) Islamabad, at thirty seven minutes after five of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصمو ابحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقو و اذکروا نعمت اللہ

علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً و

کنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذلک یبین اللہ

لکم ایتہ لعلکم تہتدونO ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و

یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولک ہم المفلحون

O ولا تکونو اکالذین تفرقو ا واختلفو ا من بعد ما جاء ہم

البینٰت و اولٰک لہم عذاب عظیمO

ترجمہ، اور سب مل کر خدا کی ہدایت کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, January 9, 1994

The Senate of Pakistan met in the old National Assembly Hall (State Bank Building) Islamabad, at thirty seven minutes after five of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصمو ابحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقو و اذکروا نعمت اللہ
علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً و
کنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذلک یبین اللہ
لکم ایتہ لعلکم تہتدونO ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و
یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولک ھم المفلحون
O ولا تکونو اکالذین تفرقو ا واختلفو ا من بعد ما جاء ھم
البینٰت و اولٰک لہم عذاب عظیمO

ترجمہ، اور سب مل کر خدا کی ہدایت کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ
کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں

الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا ۔ اسی طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلانے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے۔ اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام بین آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے یہی وہ لوگ ہیں جن کو قیامت کے دن بڑا عذاب ہو گا۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین۔ رخصت کی درخواستیں جی ۔ جناب زاہد اختر ناگزیر وجوہات کی بنا پر مورخہ 26دسمبر تا 8جنوری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے انہوں نے ان تاریخوں کیلئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ رخصت منظور کرتے ہیں (رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین۔ یہ پریولج موشن ہے جی پروفیسر خورشید احمد کی ۔ جی جناب حافظ صاحب !۔۔ ایک منٹ جی ۔ حافظ صاحب کی بات سن لیں ۔ جی جناب۔

حافظ حسین احمد۔ جناب چیئرمین ! یہ عجیب بات ہے کہ جب بھی Private Member's Day آتا ہے تو اجلاس تاخیر سے چھ بجے شروع ہوتا ہے اور اسی دن ہمارے منسٹر یا آپ کی طرف سے کھانا دیا جاتا ہے یہ انتہائی عجیب بات ہے میں سمجھتا ہوں کہ Private Members Day پر بڑا بوجھ پڑا ہوا ہے اقبال حیدر صاحب جب ہمارے ساتھ تھے تو ان کا واحد مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ صبح کے وقت اتوار کے دن اجلاس بلایا جائے یا پھر پہلے بلا کر کم از کم جتنا کام روزانہ ہوتا ہے اتنا وقت Private Member's Day میں دیا جائے بلکہ اس سے بھی زیادہ دیا جائے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اقبال حیدر صاحب ـــــ

جناب چیئرمین۔ ہم شروع کرنے لگے تھے پھر نماز کا ٹائم ہو گیا پھر اس کا انتظار کیا۔

حافظ حسین احمد۔ جی ویسے بھی پانچ بجے رکھا تھا۔

جناب چیئرمین۔ جی پانچ بجے رکھا تھا پھر جب میں آیا میں نے پوچھا تو کہنے لگے

جی کہ اب نماز ہو رہی ہے۔

حافظ حسین احمد۔ ظاہر ہے جی اب ساڑھے سات بجے کھانے کے لئے جائیں گے۔

جناب چیئرمین۔ جی بات صحیح ہے۔

حافظ حسین احمد۔ تو یہ تو ایک گھنٹے کے لئے اجلاس ہوا آپ اجلاس صبح کے وقت رکھیں یہ آپ کا اپنا مطالبہ تھا۔

جناب چیئرمین۔ جی اس پر غور کریں گے ۔ جی جناب جبار صاحب۔

میر عبدالجبار ۔ جو بات مجھے کہنی تھی وہ حافظ صاحب نے کہہ دی مزید برآں عرض کروں گا کہ جناب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے دن اور رات تخلیق کی ہے دن کو کام کیا جاتا ہے اور راتوں کو آرام مگر ہم دیکھ رہے ہیں جی ہمارے ساتھ Private Member's Day پر جو سلوک ہوتا ہے وہ سوتیلی ماں جیسا ہے وہ ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم Private Member's Day دن کو کیوں نہیں شروع کر سکتے ۔ ہم جب یہاں پر عوام کے نمائندے ہیں اور ہم اپنے کام لاتے ہیں بزنس لاتے ہیں اپنے resolutions لاتے ہیں مگر وہ کون سے امور ہیں وہ کون سی باتیں ہیں جو ہمیں منع کرتی ہیں کہ ہم دن میں شروع نہ کریں۔ ہاں! نیک کام نیک عمل دن میں شروع کر رہے ہیں اگر وہ غروب آفتاب تک ختم نہیں ہو رہا ہے تو رات کو بھی آگے چلایا جا سکتا ہے جو درست ہے مگر ہم شروع ہی کرتے ہیں رات کو تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے اور اب تو رات ہو گئی ہے جناب پرندے بھی اپنے اپنے گھونسلوں میں چلے گئے ہیں اور ہم -----

جناب چیئرمین۔ رات کب شروع ہوتی ہے قانون کے مطابق؟

میر عبدالجبار ۔ غروب آفتاب کے بعد، ہم مسلمان ہیں جناب غروب آفتاب کے بعد رات شروع ہوتی ہے اور سورج کے طلوع ہونے پر دن شروع ہوتا ہے۔ جی اللہ کا نظام یہی ہے۔ مہربانی فرما کر اس پر نظر ثانی فرمائیں میں دوستوں سے گزارش کروں گا جی اس پر آپ حتمی رائے دیں ہم مسلسل دیکھ رہے ہیں کہ Private Member's Day پر ہم کام نہیں کر رہے جناب۔

جناب چیئرمین۔ ٹھیک ہے جی، جی کھوسو صاحب۔

میر سہراب خان کھوسو۔ جناب سردار آصف نے سینٹرل ایشیا کے دورے کے دوران فرمایا ہے کہ یہاں کشمیر کے مسئلے پر ایٹمی جنگ چھڑ سکتی ہے۔

جناب چیئرمین۔ جی جناب کھوسو صاحب ! ابھی آپ بیٹھیں ، ابھی بات کچھ اور ہو رہی ہے آپ کچھ اور بات لے رہے ہیں۔

میر سہراب خان کھوسو۔ پاکستان کے لئے بہت مسئلہ ہے میں جا رہا ہوں!

جناب چیئرمین۔ کسی اور طریقے سے اٹھائیں - یہ point of order پر نہیں آ سکتا یہ ہمارا ایک دیرینہ مسئلہ ہے۔

میر سہراب خان کھوسو۔ تو جناب میں موشن پیش کرتا ہوں آپ لے لیں۔

جناب چیئرمین۔ ربانی صاحب بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں۔

میر سہراب خان کھوسو۔ ایٹمی جنگ چھڑ رہی ہے جناب آپ کہتے ہیں مسئلہ نہیں۔

جناب چیئرمین۔ نہیں نہیں ، مسئلہ ہے لیکن اس کو پیش کرنے کا طریقہ ہوتا ہے۔ یہ adjournment motion دیں یا privilege motion دیں گے۔ ابھی بات کچھ اور ہو رہی ہے۔

میر سہراب خان کھوسو۔ جناب صبح کو پانچ بجے اجلاس رکھیں نماز بھی پڑھیں گے سویرے آ جائیں گے اور رات کو آٹھ بجے سو جائیں گے لیکن یہ اہم مسئلہ ہے ایٹم بم کا مسئلہ ہے جو ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہمارے پاس بم نہیں ہے اور وہاں کہہ رہے ہیں کہ ایٹمی جنگ ہو گی۔ کیا ہمارے پاس ایٹم بم ہے؟

جناب چیئرمین۔ ٹھیک ہے جی۔ جناب احسان شاہ صاحب ! آپ کا کیا مسئلہ ہے؟

سید احسان شاہ۔ شکریہ جناب، سننے میں آیا ہے کہ حکومت کشمیر کے حوالے سے-----

جناب چیئرمین۔ یہ کہاں سے کہاں چلے گئے ابھی ایک بات تو ختم ہونے دیں ابھی بات ہو رہی ہے کہ اجلاس تاخیر سے شروع ہوا ہے آپ نے نیا موضوع چھیڑ دیا ہے۔

سید احسان شاہ۔ آپ جواب دینے میں بڑے ماہر ہیں - جناب تین چار سوالوں کا اکٹھا جواب دے دیں اس میں کیا حرج ہے۔

جناب چیئرمین۔ بہر حال یہ ایٹمی جنگ کا اور کشمیر کا مسئلہ ہے اس کو کسی طریقے سے لے لیں گے۔

سید احسان شاہ۔ میری جناب ! گزارش یہ ہے کہ جو کمیٹی اس میں بنائی جا رہی ہے چھوٹی جماعتوں کو اس میں نمائندگی نہیں دی جا رہی جب کہ حافظ حسین احمد صاحب ہیں مولانا سمیع الحق صاحب ہیں قائد ایوان صاحب خود ہیں اس میں ایک میں ہوں۔ سر ! یہ تو جمہوری روایت نہیں ہے' اس میں ہمارا حق مارا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین۔ اس پر غور کریں گے ۔ جی جناب شیر افگن صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین ۔ اس کا ایک طریقہ ہوتا ہے Call Attention Notice بھی تو نہیں ہے میرے پاس آپ لائیں گے تو دیکھ لیں گے اس کو process کریں گے۔

سید احسان شاہ۔ کال اٹنشن نوٹس تو کسی وقت بھی دیا جا سکتا ہے ۔

جناب چیئرمین۔ اس کی باقاعدہ processing ہوتی ہے ' دیکھا جاتا ہے۔

سید احسان شاہ۔ ایسا نہ ہو کہ Call Attention Notice-----

جناب چیئرمین۔ نہیں نہیں انشاء اللہ نہیں-----

(مداخلت)

جناب چیئرمین ۔ اس کی ضمانت ہم لے لیتے ہیں وزیر صاحب سے ایٹمی جنگ نہیں ہو گی کل تک انشاء اللہ نہیں ہو گی۔ جی جناب چوہدری شجاعت حسین صاحب۔

چوہدری شجاعت حسین ۔ جناب والا ! میری ایک privilege motion ہے اس دن میں غیر حاضر تھا تو میں نہیں لا سکا۔

جناب چیئرمین ۔ جی پہلے پروفیسر خورشید صاحب کی پھر آپ کی لیتے ہیں جی۔ جی جناب پروفیسر خورشید صاحب ۔ جی جناب فرمائیے۔ ایک منٹ ۔ یوسف شاہین صاحب کا بھی پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ فرمائیے جی۔

جناب یوسف شاہین داؤد پوتا۔ میں بڑے دکھ سے بتانا چاہتا ہوں کہ تحریک پاکستان کے رکن جناب موسیٰ خلیل جو خوش قسمتی سے اس ملک سے محبت کرنے والے بہت بڑے شاعر اور ادیب تھے ایک بہت بڑے عالم تھے ان کا آج صبح انتقال ہو گیا ہے تو ذرا مہربانی فرما کر ان کے ایصال ثواب کے لئے دعا کی جائے۔

جناب چیئرمین۔ جی دعا کر لیتے ہیں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب چیئرمین۔ جی جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

PRIVILEGE MOTION

RE: NON-PRESENATATION OF ORDINANCE ON THE TABLE OF THE HOUSE

Prof. Khurshid Ahmad: Mr. Chairman I seek leave of the House to move the following privilege motion :-

The State Bank Amendment Ordinance was promulgated on December, 31, 1993 but has not been laid on the table of the Senate till todate (6-1-94). This inordinate delay is depriving the members of the Senate of the constitutional opportunity to pass a resolution disapproving the Ordinance [Article 89(2)].

This constitutes a violation of the privilege of the Senate and its members. In fact, the Senate is in session from 26th December, 1993 and this Ordinance could also have been introduced as a Bill. However, the Government opted to introduce this piece of legislation through Ordinance, yet the Ordinance must have been laid before the House.

I, therefore, move that this breach of privilege be considered and the Government obliged to fulfil the demands of the Constitution and the Rules of

Business of the Senate.

جناب چیئرمین۔ جی اس میں ایک اور بھی موشن تھی آپ کی بھی اسی میں ہے سرتاج عزیز صاحب۔

جناب سرتاج عزیز۔ ہاں جی میرا نکتہ یہ تھا کہ یہ resolution میں نے 3 جنوری کو پیش کیا تھا اور میری جو interpretation ہے وہ پروفیسر خورشید صاحب سے قدرے مختلف ہے یعنی آرڈیننس کو lay کریں یا نہ کریں resolution move ہو سکتا ہے نہ آئین میں اور نہ Rules of Procedure میں اس کی کوئی پابندی ہے جب ایک دفعہ کوئی ordinance issue ہوا وہ گزٹ ہو گیا تو ہمیں ریزولیوشن پیش کرنے کا حق مل جاتا ہے۔ اس لئے میں نے 3 جنوری کو move کر دیا تھا لیکن اگر یہ interpretation تسلیم کر لی جائے کہ جب تک Ordinance table نہ ہو یہ resolution پیش نہیں ہو سکتا تو پھر اس سے ممبران کا privilege متاثر ہوتا ہے۔

In other words there is definite breach of privilege. So, that is why we have moved a resolution that if that is the interpretation, then my privilege has been breached. Because I am being deprived of my constitutional right to move this resolution.

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Syed Iqbal Haider: It is being opposed.

جناب چیئرمین۔ جی جناب پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر صاحب دو پہلو اس کے نکلتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا'

Delay in placing the Ordinance on the table of the House and second issue,

کہ place کریں یا نہ کریں کیا resolution move ہو سکتی ہے۔

So, under 89(2) there are two issues; issues of a legal nature.

پروفیسر خورشید احمد۔ بالکل اور میں نے اس معاملے میں سوچا بھی ہے مطالعہ بھی کیا اور اب میری رائے میں اور برادرم سرتاج عزیز صاحب کی رائے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جناب چیئرمین۔ویسے اس میں '

On the first point already there is a ruling of the Chair

پروفیسر خورشید احمد۔ جی میں اس طرف آ رہا تھا۔ جناب والا! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس سے پہلے یہ سمجھنے کہ legislation by Ordinance جو ہے یہ ایک exception ہے ہمارے دستور کے اندر اور پارلیمانی حیثیت کے اندر یہ رول نہیں یہ صرف اس لئے ہے کہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ اسمبلی یا سینٹ کا اجلاس نہیں ہو رہا آپ پارلیمنٹ میں اس کو نہیں لا سکتے تب پھر آپ Ordinance issue کر سکتے ہیں اس لئے اس کو یعنی آج نہیں بلکہ colonial period سے لے کر کے اب تک نا پسندیدہ اور بالکل ناگزیر حالات میں بلکہ کچھ دساتیر میں دنیا کے لکھا ہوا بھی ہے کہ اگر بالکل ہی unavoidable ہو تا کہ اس کو ثابت بھی کیا جا سکے اور یہ چیز کورٹ میں جا سکے۔ بروہی صاحب نے اس کے اوپر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور 1905 سے لے کر اب تک کے مختلف references لے کر کے بتایا ہے کہ یہ کس طرح Ordinance کو ناپسندیدہ کہا گیا ہے اور ordinance کے ذریعے سے قانون سازی ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز یہ ہے کہ اگر آپ نے ordinance کے ذریعے قانون بنا بھی دیا ہے تو ضروری ہے کہ فی الفور اس کو آپ ہاؤس کے سامنے لائیں اس میں چونکہ ہمارے چیئرمین کی ایک ruling بھی موجود ہے لیکن میں آپ کی وساطت سے یہ بات کہوں گا کہ اگر آپ 1956 کا Constitution دیکھیں تو اس میں ہم یہ پاتے ہیں کہ legislation by Ordinance جو ہے اس کے لئے وقت کم رکھا گیا۔ ہمارے ہاں اب وہ چار مہینے تک 1973 کے آئین کے تحت valid رہ سکتا ہے لیکن اس سے پہلے جہاں تک مجھے یاد ہے غالباً یہ مدت صرف چھ یا آٹھ ہفتے تک تھی کہ اتنی مدت کے اندر یہ ہو جانا چاہئے اور ہندوستان کے آئین میں یہ provision بھی آپ پائیں گے کہ اسمبلی میں اگر نہ رکھا جائے اور دو ہفتے کے اندر اندر زیر غور نہ لایا جائے تو بھی وہ lapse ہو سکتا ہے تو اس context میں جو بات سب سے پہلے میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ کا احترام اور قانون سازی کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے ہی کوئی Ordinance پاس ہو فوری طور پر اس کو کم از کم on the table of the House کر دیا جائے اس معاملے میں بروہی صاحب کی رائے سے مجھے اتفاق ہے اور میں خاص طور پر آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جس میں انہوں نے یہ

کہا ہے ۔

جناب چیئرمین۔ یہ صفحہ کونسا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد۔ یہ ان کی کتاب Constitutional Law جو ہے اس کا page 198 ہے۔

The question that arises for interpretation upon the language of Article 59(2) and 102 may be stated as follows:

Is it mandatory requirement of the Constitution that the Ordinance be laid before the Assembly. What happens, if the Ordinance is not laid before the Assembly? Does it cease to operate as law on the first day of the Assembly Session or is that it continues to be law till six weeks have lapsed from the first date of the meeting of the Assembly next after its promulgation. The answer to this question depends on whether the requirement of the Constitutin is regarded as being an imperative for a mere directory provision. It is siffucient that in the present author's view the requirement of the Constitution is mandatory and that every Ordinance that is not laid before the relevant Assembly dies on the first day of the session of that Assembly. The period of six weeks' life is admissible to such an Ordinance only when it is actually laid before the relevant Assembly.

جناب والا! جہاں تک ہمارے اپنے چیئرمین کی رولنگ کا تعلق ہے اپ ملاحظہ فرمائیں گے اور یہ بڑی دلچسپ چیز ہے کہ جس point of privilege پر چیئر نے رولنگ دی تھی میرے move کرنے کے ساتھ آپ کو بھی move کرنے کا موقع ملا تھا اس میں چیئرمین صاحب کی رولنگ بڑی اہم ہے اور وہ یہ ہے '

"To that extent the failure to place the Ordinance on the table of the House at the commencement of the session or within a reasonable time thereof and there was, as I said, no excuse to delay it for full 14 days and then to lay in

response to a point of order. It does amount to a failure to comply with the provision of the Constitution - a provision which regulates the business of the House. Accordingly, I hold the point raised by Senator Wasim Sajjad to be in order etc., etc.,"

تو جناب والا! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ 31 دسمبر کو ایک آرڈیننس آیا اور آج 9 تاریخ ہے 9 دن میں اس کو ہاؤس کے table پر نہیں رکھا گیا یہ ایک clear violation of the privilege ہے اور جس بناء پر یہ بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ سینٹ کے پاس یا اسمبلی کے پاس as the case may be یہ اختیار ہے کہ جیسے ہی ایک آرڈیننس آئے تو میں یہ کہوں گا کہ lay کیا جائے یا نہ کیا جائے میں نے اس کا مطالعہ کیا ہےمحسوس ہوتا ہے کہ دستور کی یہ intent نہیں۔ دستور کی یہ intent ہے کہ lay کیا جائے یا نہ کیا جائے اس پر resolution آ سکتا ہے۔

جناب چیئرمین۔ اگر یہ بات ہے If we take that to be correct then what is breach of privilege? اگر آپ کا اختیار جو ہے وہ آپ استعمال کر سکتے ہیں۔

Regardless whether it is laid or not then how is non-laying an impediment in the functioning of the House.

پروفیسر خورشید احمد۔دیکھئے ایک چیز یہ ہے کہ normal procedure کیا ہونا چاہئے۔ دوسری طرف یہ ہے کہ اگر ایک حکومت ہاؤس کو avoid کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اس کی limits کیا ہیں؟ میں کچھ اس طرح دیکھتا ہوں کہ normally آ جانا چاہئے اور اگر first day پر کوئی چیز مانع ہو تو next day پر ہم اس کے بعد 5 دن تک گورنمنٹ بزنس بھی کر چکے ہیں اور Private Members Day بھی دو دن کر چکے ہیں لیکن حکومت نے اس آرڈیننس کو یہاں lay نہیں کیا لیکن اگر سینٹ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس طرح گورنمنٹ avoid کر رہی ہے سینٹ کی اس opportunity کو کہ وہ ایک آرڈیننس کو زیر غور لا سکے اور اس کے disposal کے لئے resolution لا سکے تو میں سمجھتا ہوں کہ Constitution should prevail ۔ اس لئے کہ Constitution کی real intent یہ ہے کہ opportunity ملنی چاہئے اس کی مثال میں اس طرح دوں گا کہ normally court جو ہے جب کوئی کوئی کیس آتا ہے اس کو examine کرتی ہے لیکن کچھ ایسی خرابیاں ہوتی ہیں اگر کیس

نہ بھی آئے suo moto وہ اس کو examine کر لیتی ہے۔

جناب چیئرمین۔ نہیں یہ جو Constitution کی real intent ہے کہ '

It shall be laid, what is the purpose of this provision? If a resolution can be moved even without its being laid then what is the object behind the Constitution saying it shall be laid on the table of the House?

پروفیسر خورشید احمد۔ آپ ذرا اس کو ایک دوسرے طریقے سے غور کریں shall be laid کے معنی تو فی الحقیقت یہ ہیں کہ لازماً پہلی opportunity پہ آ جانا چاہئے اور اگر نہیں آتا ہے تو یہ violation ہے irrespective of the fact whether the Senate approves, disapproves, delays its consideration اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ خود ایک چیز ہے اور یہ یہاں مکمل ہو گئی ہے یہ ایک دوسرا ایشو ہے کہ کیا سینٹ کو اس بات کا اختیار ہے کہ اگر ایک آرڈیننس lay نہ کیا جائے تو اس کو بھی وہ زیر غور لا سکے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسے زیر غور لایا جا سکتا ہے under the constitutional right یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔ ان کو confuse کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس frame work میں اس کو دیکھ رہا ہوں بلکہ میں اس کو یہاں تک دیکھتا ہوں کہ جب اس آرڈیننس کی contents کو دیکھتے ہیں الا یہ کہ کوئی بڑا malafide situation ہو یا کوئی hidden story ہے یعنی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ اس کو آرڈیننس کے ذریعے سے لایا جائے ۔ سینٹ in session ہے ' simple Bill تو اب آ سکتا تھا ابھی دو دن کے بعد اسمبلی آنے والی ہے اسمبلی میں لایا جا سکتا تھا یعنی اس کی کیا urgency تھی کہ گورنر کے اختیارات کو ' گورنر کی پوزیشن کو اس کی appointment کو اور جس چیز نے سٹیٹ بنک کو ایک autonomy پہلی مرتبہ دی تھی یعنی یہ بات کہ ایک tenure کے لئے appointment ہو گا اور پھر extendable نہیں ہو گا coordination مرکزی policy کے ساتھ اس کو provide کیا گیا ہے یعنی میں بلاشبہ اور میں نے اس سے پہلے بھی تنقید کی ہے Caretaker Government کے مختلف اقدامات کے اوپر اس پہ بھی میں نے بحث کی لیکن جب ایک اچھا کام ہو گیاہے تو پھر اس کام کو اس طریقے سے undo کرنے کی کیا urgency تھی میں جاننا چاہوں گا کوئی urgency میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر کیوں اس کام کو اس آرڈیننس کے

ذریعے سے انجام دیا گیا پھر اس آرڈیننس کو ہاؤس میں نہیں لایا گیا پھر سرتاج عزیز صاحب کے اس مسئلے کو ہاؤس میں پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھانے کے باوجود جبکہ 4,5 دن گزر چکے ہیں لیکن اس کو اب تک یہاں نہیں لایا گیا اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ سینٹ کو اس موقع سے محروم کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنا دستوری حق کہ وہ disapprove کر سکے اس ٹائپ کے آرڈیننسز کو اسے استعمال نہ کر سکے اس بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ Constitutional will prevail اور اس خاص حالت کے اندر بھی سینٹ کو یہ اختیار ہے کہ وہ ایک طرف گورنمنٹ کو censure کرے اس کا احتساب کرے اس violation of privilege کے اوپر لیکن دوسری طرف اپنے rights کو arrest کرے۔ right جو ہے سینٹ کا وہ in abeyance نہیں ہو سکتا۔ اس بناء پر کہ حکومت نے ایک ایسی چیز کو جو mandatory تھی، جو obligatory تھی پورا نہیں کیا تو میں اس کو نہ صرف constitutinally مانتا ہوں بلکہ اس کو autonomy right مانتا ہوں اور اس بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ سینٹ کا یہ حق ہے کہ اس resolution کو take up کرنا چاہئے اور گورنمنٹ کو اس کے ساتھ ساتھ censure کرنا چاہئے اس کی اس لاپرواہی کی بناء پر اور failure کی بناء پر کہ وہ بروقت اس آرڈیننس کو اس نے lay نہیں کیا تو بنیادی frame work ہے جس کے اندر میں اپنی privilege motion کو پیش کر رہا ہوں اور ضرورت ہوئی تو مزید اس کو elaborate کرنے کو تیار ہوں اور Basu نے بھی اس مسئلے کو لیا ہے لیکن بہر حال وہ تقریبا اسی قسم کی بات ہے۔

جناب چیئرمین۔ اس پر کوئی اور کسی اور ہاؤس کی ruling یا کوئی چیز to establish اگر lay نہیں ہو تو اس کے باوجود ہاؤس کو اختیار ہے to pass a resolution either way۔

پروفیسر خورشید احمد۔ اس سائیڈ پر precedents نہیں ملتے ۔

جناب چیئرمین۔ جی سرتاج عزیز صاحب۔

Mr. Sartaj Aziz: Mr. Chairman, Prof. Khurshid Ahmad has aruged the case very well. I will add only 4 points to what has already been said. The first point deals with the question with which he ended, that if the powers of moving a resolution of disapproval still remains even if the Ordinance is not tabled then what privilege is violated. The purpose of laying the Ordinances

before the two Houses is not just disapproval. An Ordinance has a limited life of four monhts. The purpose of tabling these Ordinances on the floor of both the Houses as early as possible, is to facilitate the legislative process if that Ordinance has to be converted into a law. So, at the earliest opportunity or as early as may be to use the words of the Constitution, all the Members should have an opportunity to study the previous law. To the extent to which the Government does not facilitate the work of the Members of Parliament to start studying the Ordinance at the earliest so that when the time comes for studying in the committee or deciding whether or not to pass it or to disapprove it, their privilege is violated.

Mr. Chairman: The question which arises is, let us say what you are saying is correct, then whether the Government lays it on the table of the House or not, the power of a Member or the privilege of a Member to move a resolution is still there, then in what way is that right affected. And what is the purpose of the constitutional provision which says, you have to lay it on the table?

Mr. Sartaj Aziz: Disapproval is only one of the disposals of the Ordinances. The other is to pass it into law. And since the time period is only four months to the extent to which the Government by its laying on the table of the House, to that extent the task of Members to obtain copies of the Ordinance to study it in good time is made as you know is difficult. Mr. Chairman, the Ordinances, after their issue, take about 6 or 7 days before they are actually published in the Gazette. In this case since the matter was urgent, I managed to obtain a copy of the Ordinance before it was actually published. But the fact is early tabling facilitates the task of Members to study it in good time. So it is the

Members' privilege to receive copies of all the Ordinances issued as early as possible. The purpose of the Government, the directive that the Government should lay it at the arliest to facilitate the task of Members to study the Ordinance to decide whether to move for disapproval or to approve it with any amendment, if that is the decision they take, that is a lesser privilege. But if the ruling is that they cannot even move the resolution for disapproval, then the violation of privilege is of a much higher degree. In the first case also it is a breach of privilege because the Members task in dealing with that legislation is not facilitated. This is point No. 1.

The second point, which I want to emphasise Sir, is and this is in response to what the Law Minister said the other day that we are examining whether or not it is a Money Bill. .....

Mr. Chairman: That issue has not yet come. That issue is not there.

Mr. Sartaj Aziz: But since he raised it earlier in response to the point of order, I want to respond to it by saying that the earlier version of this Ordinance, i.e., an Ordinance on this very subject, with the same scope, issued on the 5th of October, 1993 was laid on the table of the Senate on the 11th November, 1993 as soon as the Senate met at that time. So, it is obvious that if it was laid on the table of the House of the Senate at that time. It could not be a Money Bill. So that argument does not stand to reason.

The third point, which I want to emphasise Mr. Chairman, is that having tabled the earlier Ordinance before the National Assembly and the Senate it had become the property of the Senate and the House. Now in trying to make major amendments in an Ordinance already tabled whose term is expiring on the 5th of

February, is not in the best of parliamentary trditions. If the Government was anxious to bring about some changes, they should have started, initiated the process of taking up that Bill either in the Assembly or in the Senate and move those amendments in the relevant standing committee and try to convince the Members. To try to repeal an Ordinance that is before the Assembly already for consideration and has also been tabled before the Senate, in this form is not strenthening the democratic and the parliamentary traditions. So to that extent also this action of issuing a renewed Ordinance, with drastic changes, was not justified.

Mr. Chairman: Mr. Raza Rabbani, I would like to have your views on this issue on which Yahyah Bakhtiar Sahib or anybody else who would like to contribute.

Mr. Sartaj Aziz: Finally, I would say, Mr. Chairman, that in this case since rules do not require that a resolution for disapproval can be made after an Ordinance has been tabled. Rule 132(1) says "on the commencement of the session as soon as may be all Ordinances referred to in sub-paragraph (2) of paragraph (a) made after prorogation of last session should be laid on the table".

Next para says: "a Member can move a resolution for disapproval of an Ordinance under sub-para (ii) of paragraph 2 of clause (2) of Article 89 after giving three days clear notice of his intention to do so." This para is not subject to the fulfilment of the first paragraph. So to that extent I hope that you would give a ruling on this particular subject because members' privilege is violated in both case. My notice of 3rd January to move this resolution should also be held to be in order. So that the House can take it for consideration today which is the

only day in the current session when this resolution can be taken up.

Mr. Chairman: Thank you. Yahya Bakhtiar Sahib could you guide us on this matter?

Mr. Yahya Bakhtiar: In my opinion, Sir, an obligation is cast upon the Government to lay before the House the Ordinance and a right is given to me to move a resolution opposing it, so these are two different things. They are under the obligation to place the Ordinance on the table, the Constitution says so and I have the right to move a resolution to disapprove it.

Mr. Chairman: Are they connected? Can a resolution be moved?

Mr. Yahya Bakhtiar: No not at all, Sir, that is a separate duty imposed on them. I may not move a resolution to oppose it but they are obliged to table it in the House.

Mr. Chairman: So that means you could move a resolution whether they place it on the table or not.

Mr. Yahya Bakhtiar: Yes. If I know what the Ordinance is about. Thank you, Sir.

Mr. Chairman: Then what is the purpose in the constitutional provision saying,that you have to place it on the table?

Mr. Yahya Bakhtiar: So that everybody should know, I may have access to it, everybody may not have access to it and that every Member should know that this Ordinance which had come which the Government want either to be made into an Act or they want to die it of natural death.

Mr. Chairman: Mian Raza Rabbani Sahib.

Mian Raza Rabbani: Sir, in this respect I would like to make two submissions. No. 1, is that an impression not just now but for long is being tried to be created that when the Senate is in session even at that time it would be inappropriate.

Mr. Chairman: No, No, I do not think that is the issue. Two issues are that one the obligation of the Government even that I think is .....

(interruption)

Mian Raza Rabbani: Coming to the point whether a resolution would lie even if it has been not tabled; I would humbly like to draw your attention to Rule 132(ii) or you could start with 131, it is at page 57. On the commencement of a session, as soon as may be, all Ordinances referred to in sub-paragraph (ii) of paragraph (A) of clause (2) of Article 89, made after prorogation of the last session, shall be laid on the table. Two, now this is the important part. A Member may move a resolution, I would lay stress on the words "a Member may move a resolution", for disapproval of an Ordinance under this sub-paragraph. Now, here again I would emphasise under sub-paragraph (ii) of paragraph (A) of clause (2) of Article 89 after giving three days clear notice of his intention to do so. Now, I take you back Sir, it says: A member may move a resolution, i.e., it is the prerogative of a Member to move or not to move a resolution but under what, what is the condition? The condition is that under sub-paragraph (ii) of paragraph (a) of clause (2) of Article 89. Now, this is subject to a condition and what does that paragraph (A) of Article 89 states: An Ordinance promulgated under this Article shall have the same force and effect as on Act of *Majlis-e-Shoora* (Parliament) and shall be subject to like

restrictions as the power of *Majlis-e-Shoora* (Parliament) to make law, but every such Ordinance shall be laid. The word used here is shall be laid and what is the restriction which is metnioned by 130 to 132, I would again take you back. A Member may move a resolution for disapproval of an Ordinance under sub-paragraph (ii) of paragraph (A) of clause (2) of ARticle 89. In the light of this, I would say, Sir, until and unless an Ordinance had been laid on the table of the Senate or the case may be National Assembly under Article 89 it would not be feasible to move a resolution. I am on a point of order, Sir, there is no right of reply in this matter, if a reply is given then I would also have the right to reply.

جناب چیئرمین۔ نہیں نہیں ۔ وہ تو کلئیر ہے ۔ Law Minister wants to say anything on it.جی جناب لاءمنسٹر صاحب جی آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں ؛ یا ڈاکٹر شیر افگن صاحب کچھ کہنا چاہتا ہیں۔ جی جناب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ جناب چیئرمین! میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا اور ابھی تک اس پر رولنگ نہیں آئی۔ بات یہ ہے کہ اگر رولز آف پروسیجر کو آپ اٹھا کر دیکھیں کہ جیسے ہمارے معزز رکن نے موشن کہنے پر اکتفا ہے کہ استحقاق کی ایک موشن پیش کر رہا ہوں۔

آپ اگر ملاحظہ کریں کہ 60 سے لے کر 63 تک یہاں پہ کوئی موشن کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ بنیادی طور پر میرا اختلاف ان سے یہ ہے کہ موشن کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے ۔ استحقاق کی موشن نہیں ہوتی سوال ہوتا ہے آپ اگر ملاحظہ کریں۔ question of privilege میں نے رولز میں دیکھا ہے اور آج تک دیکھتے آئے ہیں ۔ موشن کہیں بھی نہیں ہے۔ موشن تو بنتی ہے جب admissibility پر بحث ہو اور وہ رولز آف پروسیجر کے تحت laid down rules میں ہے۔ اگر یہ قرار پا جائے کہ یہ درست ہے تب تو وہ کہا جا سکتا ہے کہ 'It is duly admitted by the Chair. Then, it is debated and done all the things concerned with this.ابھی تک انہوں نے question پیش ہی نہیں کیا۔ تو یہ بات کس پہ ہو رہی ہے؟ یہ میرا point of order ہے۔

جناب چیئرمین۔ بحث اس پہ ہو رہی ہے کہ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے

privilege motion move کی ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ privilege motion ہوتی ہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین۔ وہی تو ' وہی تو بات ہو رہی ہے کہ ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔جب کہا ہے کہ میں موشن پیش کر رہا ہوں تو وہ ہوتی ہی نہیں ہے۔ It does not exist in the Rules of Procedure..

جناب چیئرمین۔ بہر حال اسی پہ تو بحث ہو رہی ہے کہ ہے کہ نہیں۔ جی جناب لاء منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔نہیں موشن پر مجھے رولنگ چاہئے کہ رولز 60 تا 63 آپ دیکھیں پڑھیں motion exists or does not exist?۔

Prof. Khurshid Ahmed: Motion means a proposal made by a Member including a Minister relating to any matter which may be discussed by the Senate and includes an amendment. A motion covers all these things.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: I would say privilege motion.

جناب چیئرمین۔ آپ کا کہنا ہے کہ privilege motion کوئی چیز نہیں ہوتی ' There is no such thing.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی ۔ privilege motion ہوتی ہے جب اس پہ discussion ہو جائے Rules of Procedure کے تحت '

The question is converted into a motion when it is admitted. .....

Mr. Chairman: When we are discussing.....

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: No, he said that as a right I have to move a privilege motion, therefore, I beg to differ. There has been no motion before the House.

Prof. Khurshid Ahmed: Question under the definition given in the rules that question were tabled, I have read it out, motion means a proposal made by a member including a Minister, relating to any matter which is question, Motion, Bill, Ordinance ....

جناب چیئرمین۔ اس وقت یہ جو سوال ہے اس پر بحث ہو جائے کہ جی دو سوالات ہیں ایک تو یہ ہے کہ کیا breach of privilege بنتا ہے ۔ نمبر 2 جو زیادہ اہم سوال ہے وہ یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ table کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

A resolution can be moved so that is an important question that should become a first part; there is already a ruling which does say that the Ordinance should be laid as soon as possible etc., ...

جی لاءمنسٹر صاحب۔

Syed Iqbal Haider: Thank you Mr. Chairman. It is an interesting proposition that is being discussed in this House. It is one of the very rare occasions that this issue has been raised, and I would submit my point of view, on most non-controversial issue Sir, on which there can not be any two opinions. There are no two opinions and shall not be two opinions and that the privisions of the Constitution have to be complied with and the provisions of the Constitution have to be followed. And there is no question of an disregard for the Constitution. An equally important issue is on which there can not be any two opinion that wishful thinking can not be read within the provisions of the Constitution and we should interpret the constitutional provisions strictly in accordance with the language and the provisions as under the Constitution and not as desired by oneself. So our wishful thinking or ambition that it should had that provision which it can not provide, is a very dangerous and that amounts to

disrespect for the Constitution and disregarding the Constitution, if you start reading word which are not there. This is my humble submission that the Constitution be respected in both ways. You must comply with the requirement, and we must refrain from giving new meanings and new interpretation on the basis of the words which do not exist there, and we should refrain from making wishful interpretation of the Constitution. That is my submission. The provision of the Constitution is so abdundantly clear. That there cannot be any two opinions.

My learned friend Senator Raza has rightly pleaded and specified the constitutional provision about Rule 132, read with Article 89, and I do not wish to waste time of this honourable House by repeating the argument given by Mr. Raza Rabbani because he has rightly spoken before me. He has very rightly spoken before me. He has very rightly stated that the provision of Article 89 is that "shall be laid". On that Sir, I don't dispute. The Government shall comply with this requirement .....

جناب چیئرمین۔ requirement کب پوری ہو گی؟

Syed Iqbal Haider: Even the rule read by the honourable Member also provides 'within a reasonable time'. Now only the question is as to what is the reasonable time. That is determined Sir, that is the .....

Mr. Chairman: You should have some reason for the delay otherwise.....

Syed Iqbal Haider: Sir, it is a whole process for the file to move. Now, for that I will seek guidance from the past. What has been the time taken under identical or similar circumstances, during the past from 1985 till to date,

Mr. Chairman, if you examine the record you would be surprised that delay of weeks was taken place and never before such an objection was raised about such a delay in presenting except on one point of order. It does not constitute privilege in any case. For the simple reason, it would constitute a privilege when the Government does not act in accordance with the Constitution. It shall be laid and the honourable Members will definitely have the opportunity to submit a resolution for disapproval of that Ordinance and that will not be denied to them. That will definitely be availed of well before the expiry of the Ordinance itself. The Government has no desire to avoid laying that Ordinance. Mere delay of 8 days is not unreasonable delay by any strech of imagination. And if we examine the record of this very House, you will find that most of the Ordinances have been laid before the House after delay of several weeks and may even strech to months also because in the in between period the Senate was not in session. But delay of eight, nine or fourteen days or twenty days is not a very unreasonable delay. This is my submission that it has to be laid. We do not deny that we have every intention to lay it, we have every intention to allow this House to debate upon it for its disapproval. What can I do, Sir. I have not any ulterior motives. What best can I do? Why should I delay? Why should there have been a motive, for the delay? What will I achieve? I will have to lay, in any case, in the next session, if this session is prorogued. I have to lay it. How long will.....,

یہ کب تک خیر منائیں گے۔

Why should I delay? I have no motives to delay. I have no ulterior motive to delay which I have been repeating. When you see the past record of their own government and of their own working, you will find delay of weeks has been treated as reasonable. Now complaining about delay of days, it will be very

unfair. We should follow the reasonable standards which are applicable whether we are in opposition or in government. And let us lay down reasonable tradition and reasonable contention and reasonable interpretation. Well, within the meaning of the Constitution if the object of the Constitution have been, then it should be laid fothwith.

Even in the rules Sir, I will repeat those rules that honourable Member Raza Rabbani has very ably read and put his interpretation which I wholly adopt and I find absolute no two opinions or defend my learned Member. There is no such emphasise laid either in the Constitution or in the rules which is being demanded or claimed by the honourable Member. It is my submission. And on the issue whether the resolution can be put or come for discussion, for disapproval of the Ordinance without its being laid, Sir, that interpretation is wholly misconceived to say the least. Then you are not reading the Constitution at all. Then it amounts to disregarding the Constitution because it is said that "shall be laid", I am reading Article 89 sub-article (2) clause (a) "shall be laid" and sub-clause (ii) "before both Houses" if it does not contain provisions dealing with any of the matters referred to in sub-paragraph (i), and shall stand repealed at the expiration of four months from its promulgation or, if before the expiration of that period a resolution disapproving it is passed by either House, upon the passing of that Resolution. Now this Rule 132 clearly points out that the resolution for disapproving it shall have to be moved under Article 89 sub Article (2) clause (ii), when this relates to very clear provision, Sir, to various occasions for submission of the resolution for disapproval of the Ordinance, one, and secondly Sir, show me one example, Sir, in the entire history of the sub-continent. I have gone through the record, show one example Sir, when the

resolution for disapproving of an Ordinance has been taken in any House without having that Ordinance on the table?

جناب چیئرمین۔ یہ آپ دکھائیں ناں۔

Syed Iqbal Haider: Sir, there is none, when there is no instance, so how do I show it to you, Sir?

Mr. Chairman: You see, there are two arguments. No.1, as far as the Constitution is concerned, it gives right to a Member to move a resolution and the Constitution does not say that the resolution cannot be moved unless it is laid. It is not conditional as far as the language is concerned.

Secondly, supposing in a particular case, I quite understand that in your case, as you rightly said, there is no particular reason, why should you want to delay it? So, supposing somebody does want to delay it and he delays it for a month and of course our session is resummoned for 15 days or 21 days only, and delay of one month means that the Ordinance may lapse before you get a chance to lay it. So, in these circumstances it was meant that you have defeated the right of the Members by not laying it before the House. Now let us say for argument that it is the constitutional right of the House whichh cannot be defeated simply by not laying it on the table.

(interruption)

Syed Iqbal Haider: Mr. Chairman, I am in agreement, absolutely. The crux of the matter is; 'what is reasonable time'. I have no intention, what you have just supposed, that you are conceiving a situation which has not yet occurred, yet the hypothesis is based on the fact that the Government failed to lay it and deprived the House of its right.

Mr. Chairman: You see, on the first part, your argument is very clear. You are saying that yet it is an obligation and in the second case you saying that it is not unreasonable period and 8 days is a reasonable period. In fact, for the information of the House, I think, the Secretariat is going to lay them and it forms part of the agenda next time. But the second question is immaterial, that is supposing for some reason the Government does not want to lay, just take a hypothetical sistuation. Can non-laying defeat the right of a Member to move a resolution?

Syed Iqbal Haider: Of course, Sir, because that is a precondition under the rule as well as under the Constitution.

Mr. Chairman: What is the object or purpose of that?

Syed Iqbal Haider: Sir, because it is expected of the Government.

Mr. Chairman: No. But why should it be linked with laying.

laying میں کیا چیز ہے؟

Syed Iqbal Haider: No. For that you will need to amend the Constitution. The logic is very simple, Sir.

Mr. Chairman: Exactly,

آپ جائیں ناں۔

What is the purpose of the Constitution in saying, it has to be laid, and your argument that unless it is laid you cannot move a resolution. What is the purpose? Why?

Syed Iqbal Haider: Sir, the reason is very simple. You reject an Ordinance which has been laid before the House; you don't reject anything in

the air. You don't reject in an imaginary manner. When it is laid then the occasion for rejection arises; as simple as that of a simple logic and there is nothing implicate about it. You reject only a preposition and a motion when it has been laid on the table of the House. If otherwise is allowed, then even the future Ordinances can by that stretch of logic could be disapproved. You could even say, "all the future Ordinances stand disapproved". It is as hypothetical an argument as this one that I want to move a resolution disapproving all the Ordinances to be promulgated by the President. Sir, this amounts to that logic, naive logic. Sir, all that I am saying is that the reason for disapproval of an Ordinance after it has been laid, is very simple, that when it is placed before the honourable members, they have an opportunity to reject it. And now I differ that because it has not been laid before the House - that is the only simple logic and reason I can imagine, one.

Secondly, which is inconsonant with the reading of the Constitution itself, very much inconsonant. It is not in any way conflicting but the interpretation being given which is naive, it is to tally repugnant to the intents and purposes and the language of Article 89, I can read that again and again but it won't fulfil the purpose - I am privileged to say that I am addressing this argument before the Chairman who has a full command over this subject and who is fully well aware about the principles of interpretation and that who is well conversant with the law and the procedure and who has a vast experience, not only as a lawyer but also as a Chairman of this august House. So, I am quite confident that whatever ruling this Chair will give will be wel l considered ruling and will not be intended or motivated by the present situation or circumstances but would be a ruling which should be befitting and applicable and capable of

being per formed at all times and in accordance with the law and the Constitution.

Mr. Chairman: Is there a singular provision?

سید اقبال حیدر۔جناب جب یہ پرسوں سرتاج عزیز صاحب نے raise کیا تھا تو یہ تو naive preposition ایسا بنا ہے کہ کسی باہوش انسان نے ایسی باتیں کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی کیونکہ وہاں پر کبھی ہوا ہی نہیں ایسا۔

Mr. Chairman: If I remember there is no singular provision regarding Ordinances in the Indian Constitution,

تو وہاں پر تو ہو گا ہی نہیں۔

سید اقبال حیدر۔ نہیں انڈیا میں تو ہے ہی نہیں،

That is one reason. Secondly, even in our rulings, and when I look at the record, Sir, I will be happy to present you the date of promulgation of the Ordinances, the date of laying of the Ordinances before this House.

Mr. Chairman: On that question you are quite right. We are to determine what is reasonable,

تو اس میں جھگڑا نہیں ہے،

You are accepting the fact that yet it has been delayed within a reasonable period.

(interruption)

Mr. Chairman: I don't agree that two to three weeks is reasonable.

(interruption)

Syed Iqbal Haider: Sir, delays of months have been called in.

Mr. Chairman: No, that is against the Constitution. Here the rule has very clearly said. So, two to three weeks is a fairly reasonable time unless, of course, even two to three weeks if you are right, is there a good reason for that

delay?

Syed Iqbal Haider: Of course, I will be able to give you the reason, of course. If I can justify the reasons for delaying.

Mr. Chairman: No. You say,

کہ جی آگ لگ گئی ہے پارلیمنٹ کو۔

Syed Iqbal Haider: It is a very valid preposition.

جناب چیئرمین۔ کہ جی آگ لگ گئی ہے ، کوئی آفت آ گئی ہے،

But normally I would say, as soon as may be, means that as soon as you can reasonably publish.....

سید اقبال حیدر۔ جناب as soon as کا word نہیں ہے۔

and allow me to read. On the commencement of a session as soon as may be possible all Ordinances, 'on the commencement of the session as soon as possible', means it refers to those Ordinances which have been promulgated before the commencement of the session. Now, those which have been promulgated during the session are a separate issue. All Ordinances referred to in sub paragraph (ii) of paragraph (a) of clause (2) of Article 89, made after prorogation of the last session, shall be laid. Sir, it is a clear wording that those which were promulgated after the prorogation and before the commencement.

جناب چیئرمین۔ یہ before کا کہاں ہے؟ یہ before کا لفظ کہاں ہے۔

Syed Iqbal Haider: Please read it. On the commencement of a session as soon as may be all Ordinances referred to in sub paragraph (ii) of paragraph (a) of clause (2) of Article 89, made after the prorogation of the last session shall be laid on the table. So, before

کا لفظ اس وقت آتا ہے before کا لفظ'

is an implied and is very much logically implied word. The article will start from the word "on the commencement and on the prorogation" Sir, it means it has defined the period that after the date of prorogation and before the date of commencement. As simple is this. The whole rule reads, "on the commencement and on the prorogation", that is one.

Secondly Sir, even here, 'as soon as may be possible', even stretching just for the argument's sake if I adopt even that interpretation which is being pleaded "as soon as possible". And two, three weeks is not very unreasonable delay.

(interruption)

Syed Iqbal Haider: Not at all. If I give you unlogical and unreasonable arguments for the same delay but you can't say that since it is being laid after three weeks, you are debarred from laying or it is a violation of the Constitution. One can't interpret the Constitution in that manner. Because then if that is the interpretation of the Constitution to be taken then the framers of the Constitution should have said 'forthwith'. There is no use of the word 'forthwith', under Article 89. There is not even wording of "as soon as possible", under Article 89. There is not even wording of "within a reasonable period", under Article 89. And may I also emphasise that the Constitution is superior than the Rules of Business, and the Rules of Business have to be in harmony with the intents and purposes of the Constitution and not vice versa. So, giving full respect and superiority to the superior legislation that is Article 89 which does not contain any wording of "as soon as possible" or "as early as possible", or "within a reasonable time", nor it contains the wording of "forthwith". I would

humbly submit that this privilege motion which even under Rule 63 also cannot be up held, there is no question, there is no occasion or reason of violation of any privilege of the honourable Member. Because in any events they will have the occasion and liberty and the right to file a resolution for disapproving the Ordinance as and when it shall be laid before this House that much I can guarantee you. Let me also mention one more point Sir, that National Assembly session is in any case due even if this House is prorogued. The National Assembly session is due on or about 16th January. We are obliged to lay there, one.

Secondly, the Senate session is also expected, as I have informed, during the next month. So what would I appeal, I am not laying it.

Mr. Chairman: Suppose you don't lay for four months.

Syed Iqbal Haider: Sir, it will not happen.

Mr. Chairman: Why not?

Syed Iqbal Haider: My Government have no such intentions.

Mr. Chairman: Supposing at some other time, it is a hypothetical situation, let us say, some other Government does not want to lay .....

Syed Iqbal Haider: Sir, I will not like to go into totally hypothetical cases. Because at this moment this Government has full respect for the Constitution and in my opinion any government's act in this manner will be guilty of subverting the Constitution. And my Government is proud to respect the Constitution.

Mr. Chairman: Yahya Bakhtiar Sahib.

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, I would submit that an Ordinance is meant for four months, after that it shall be deemed as if repealed. After that period means that everything done under that remains defective. Under the circumstances I find an Ordinance that is not in the welfare of the people of the country and I want to move a motion/resolution for its disapproval as early as possible but since if it is not brought before the House for three months or so, then, I am helpless here. Sir, the problem is very clear and I read it; "and shall stand repealed at the expiration of four months from its promulgation or, if before the expiration of that period a resolution disapproving it is passed by the Assembly, upon the passing of the resolution;". It means that the Ordinance may finish within a month, within two weeks or within one week. That the delay defeats the whole purpose. The government achieve what they wanted. Now I take as for example; in Balochistan, there is an Ordinance promulgated recently, whereby all the land allotted or transferred Government land, have been cancelled and resumed by the Government. This is a wrong move, that if put before the Assembly then it cannot be disapproved and my right to disapprove it is defeated by the delay in tabling it before the House. In the Constitution, I can disapprove within a month, within three weeks, within two weeks, as soon as possible it should be laid and the period for an Ordinance is four months, there shoud be four days five days, six days, may be ten days or earlier, I am not giving estimates, but it does not say that it could be three months, two months, four months. That is what I want to say, Sir. Thank you, Sir.

جناب چیئرمین۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد۔ میں وزیر قانون کا بڑا ممنون ہوں کہ انہوں نے -----

جناب چیئرمین۔ پروفیسر صاحب ایک پوائنٹ یہ ہے which requires suggestion
کہ اگر table نہیں ہوتا تو ?what is there before the House۔

پروفیسر خورشید احمد۔ میں بات کرتا ہوں میں بہت ممنون ہوں ان کا کہ انہوں نے ایک بنیادی اصول پیش کیا کہ دستور کا wishful interpretation کیسے ہوتا ہے اور پھر اس کی بڑی پیاری وضاحت پیش کر دی۔

جناب والا! جہاں تک اصل مسئلے کا تعلق ہے دو یا تین باتیں ہیں پہلی بات ہے کہ کون سی delay unreasonable ہے اور کون سی delay genuine یعنی justified ہے دستور اور رولز دونوں میں لفظ استعمال ہوا ہے shall be جو اس کو obligatory بنانے کے لئے کافی ہے لیکن یہ بات کہ کتنے دن reasonable daly ہو سکتی ہے بروہی صاحب نے تو یہ کہا ہے کہ چوبیس گھنٹے کی delay بھی جائز نہیں ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ اگر وقت پر یہ lay کیا جائے تو گویا کہ life of that Ordinance, even it may not go to the extent میں آپ کی توجہ پچھلی رولنگ کی طرف دلاؤں گا اس کے صفحہ 107 پر ہے جو آپ کو سامنے رکھنی چاہئے۔ چیئرمین کہتے ہیں،

Provision of Article 89(2) is same in a way in the Rules and Rule 132 of the Rules of Procedure provides that on the commencement of the session as soon as may be all Ordinances made after prorogation of the last session shall be laid on the table . Clause (c) observes, now much depends on the interpretation of "as soon as may be". It cannot mean that the placement should be delayed for full two weeks. And that too should be in response to a point of order raised.

مطلب یہ ہوا کہ delay weeks کا نہیں ہے بلکہ days and hours کا ہے یہ دراصل پارلیمنٹ کے احترام کا تقاضا ہے میں مانتا ہوں حکومت چاہتی ہے کہ ممبران کا احترام کرے او رہم بھی چاہتے ہین کہ حکومت کا احترام کریں۔ ہمارا مقصد ٹانگ کھینچنانہیں ہے بلکہ ان کو متوجہ کرنا ہے کہ اس طریقے سے وہ پارلیمنٹ کے احترام کو پورانہیں کر رہے ہیں کہ delay کی timings کے بارے میں چیئرمین کی اس رولنگ کی روشنی میں اور بروہی صاحب کی اس observation کی روشنی

میں میں آپ کی توجہ دلاؤں گا کہ ایک دن کی تاخیر بھی اگر اس کی کوئی genuine justification نہ ہو تو وہ ناروا ہے۔ ہاں جیسے آپ نے کہا کہ خدانخواستہ آگ لگ جاتی ہے کوئی اور ایسی بات ہو جاتی ہے اس سے ہو سکتا ہے ورنہ پارلیمنٹ کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دن کی تاخیر بھی نہ ہو چہ جائیکہ دو تین ہفتوں کی بات کی جائے۔

دوسری بات جناب والا! جو اس کے متعلق ہے کہ آیا سینٹ میں یا پارلیمنٹ میں کسی کے آنے سے پہلے ہی آرڈیننس کے lay ہونے سے قبل ہی اس پر ہم بات کر سکتے ہیں یا نہیں' میں سمجھتا ہوں کہ محترم یحییٰ بختیار صاحب نے جو پوائنٹ raise کیا ہے وہ بڑا وزنی پوائنٹ ہے اور میں نے بھی اپنے انداز میں اس بات کو کہا تھا کہ دراصل دستور میں پارلیمنٹ کا ایک right بڑا clear ہے وہ right یہ ہے کہ legislation through Parliament ہو گی پھر اس سے ایک deviation ہوا کہ President غیر معمولی حالات میں آرڈیننس کے ذریعے سے قانون سازی کر سکتا ہے پھر اس کے اوپر قدغن لگائی گئی کہ اسے لازماً ہاؤس کے سامنے لایا جائے تا کہ information اور opportunity دوسری یہ کہ چار ماہ تک جیسے پارلیمنٹ approve نہ کرے extend نہ کرے تو اس کی معیاد اپنے آپ ختم ہو جائی گی۔ تیسری پابندی یہ لگائی گئی کہ اگر معاملہ ایسی نوعیت کا ہے کہ پارلیمنٹ میں کوئی بھی ہاؤس یہ اہم چیز ہے کہ صرف سینٹ ہی حالانکہ قانون سازی کے لئے دونوں ایوانوں سے approve ہونا ضروری ہے۔ لیکن dissolution کے لئے دونوں Houses سے ہونا ضروری نہیں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر قومی اسمبلی dissolve ہے اسمبلی insession نہیں ہے کوئی Ordinance ایسا آ گیا ہے جس کو یہ ہاؤس disapprove کر دے تو - The moment one House disapproves, the Ordinance lapses forthwith.

دوسرا اہم نکتہ جناب والا! میں کہوں گا کہ آپ دستور کو دوبارہ دیکھیں ہمارے محترم سینیٹر رضا صاحب نے جو interpretation کی ہے اگر اس کو مان لیا جائے تو پھر تو اس کے بڑے awkward نتائج نکلتے ہیں اس لئے ان کی روشنی میں اگر laid کا تعلق (i) اور (ii) دونوں سے ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں (ii) جو ہے وہ صرف dissolution کو cover نہیں کر رہا ہے وہ چار ماہ کی مدت کو بھی cover کر رہا ہے اگر lay نہ کیا جائے تو کیا یہ بھی apply نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ نے House میں lay نہیں کیا۔actually lay نہیں کیا گیا اس لئے (ii) یعنی دو options ہیں ایک یہ کہ وہ چار ماہ میں ختم ہو جائے - دوسری یہ کہ any of the House revoke

کر دے۔ اگر حقیقت یہ ہے کہ ان سے متاثر ہونا ہے تو پھر دونوں کو مساوی ہونا پڑے گا۔ دونوں مساوی نہیں ہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ lay کرنے میں کوئی obligation ہے۔ اس کے بعد دوسرا یہ right ہے کہ House اسے disapprove کرے۔ اور تیسرا یہ situation ہے کہ نہ ہاؤس disapprove کرے نہ ہاؤس کے اندر وہ آئے لیکن چار ماہ گزر جائیں یہ تینوں اپنی جگہ مستقل مزاج بھی ہیں اور میں جناب والا! آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس اہم قانونی نکتے کو ملحوظ رکھیں اس لئے کہ اگر ہم اس کو interpret کرتے ہیں تو وہ دراصل power of the Senate جو ہے اس پر اثر انداز ہو گا اور اگر کوئی حکومت by-pass کرنا چاہتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نہیں چاہتی اور اس لئے میں پھر آپ کی توجہ اس نکتے کی طرف مبذول کراؤں گا کہ Ordinance کی repeal کے لئے دونوں Houses کا ہونا ضروری نہیں ۔ صرف ایک House کا ہونا بھی کافی ہے اور اسی بناء پر چونکہ وہ ایک unnatural ایک abnormal legislation کا طریقہ ہے اگر اس میں کوئی abnoxious بات ہو گئی ہے تو پھر اس کو فورا check ہونا چاہئے اور اس کا راستہ یہی ہے کہ پہلے دن سے House کے پاس یہ right ہو۔ اس بناء پر میں جناب والا! submit کروں گا کہ آپ اس پر جو میں نے interpretation پیش کی ہے رولنگ دیں۔

Syed Iqbal Haider: Mr. Chairman, if I may be allowed I would submit about a point that was raised by the Chair that what happens if the Government just refuses to lay an Ordinance, though it is a completely hypothetical.

Mr. Chairman: And, therefore, deprives the Members of moving the resolution.

Syed Iqbal Haider: Then Sir, not only that, that is far inferior right, the right to govern the country the government loses. Why? Because the affairs of the State are not being administered in accordance we Constitution. And this is the duty of the Government i.e., the oath of office to follow and abide by the Constitution. So, the remedy which is very much prescribed under the

Constitution when the affairs of the State are not being governed in accordanc with the Constitution, this is. Article 58(2)(b), that the government of the federation cannot be carried in accordance with the provisions of the Constitution; so, the government will be guilty of not following the Constitution and our government have no such desire.

(Interruption)

Syed Iqbal Haider: Sir, there are many provisions under the Constitution.

Mr. Chairman: How much time should lapse before one comes to a conclusion that the government was not being carried according to the Constitution.

Syed Iqbal Haider: On the point of reasonableness Sir, there are several provisions under the Constitution as you know better than I do, that do prescribe the time period. Say for example, approval of the President is required on many issues. There is no time prescribed in many cases for grant of the approval and the President can sit over the file indefinitely. So, everything is not prescribed under the Constitution in black and white; there are several situations which arise for which it is but reasonable and fair and just to give some discretion to the executive authority to exercise its authority. When you make the Constitution so rigid that no it has to be done within two days, three days, five days or fourteen days Sir, then you are indulging in creating a very rigid Constitution and a good law; as you know, is the law which is flexible and provides for all conceivable hypothesis and eventualities and is not confined to a very rigid, narrow minded timely situation. We are here to discuss this situation

which is appearing today because we have no desire to violate the Constitution, and it shall be fulfilled and there is no occasion for any violation of any privilege of any Member.

Mr. Chairman: Thank you. Sartaj Aziz Sahib.

Mr. Sartaj Aziz: Mr. Chairman, I think the basic question before the House and before the Chairman is whether a resolution disapproving an Ordinance can be moved before this is tabled. In dealing with this question, if one leaves out the rhetorical and all the other statements that have been made by the Law Minister the basic point made is that the option under Rule 132(ii) that a Member can move a resolution under Article 89(2)(a)(ii) of the Constitution is not linked to Article 89(2)(a) which says "an Ordinance shall be laid". This right to move a resolution is not subservient to para (2)(a). Only para (2)(a) and (i) and (ii) are fairly longish paragraphs and if we really study them carefully Mr. Chairman, the operative part with which the option to move a resolutin is linked is, the last para of sub-paragraph (2)(a) which says "an Ordinance should be laid before both Houses, it contains provisions dealing with any of the matters referred to in sub-paragraph (i) and shall stand repealed at the expiration of four months from its promulgation or, if before the expiration of that period a resolution disapproving is passed by either House. Now, this particular sentence has nothing to do shall be laid, it is dealing with the life of the Ordinance.

In other words, these two paragraphs of sub-paragraph (ii) stand on their own that it shall be laid and it shall stand expired at the end of four months unless a resolution is moved disapproving it. So the link of the last sentence of sub-para (ii) with (a) is a tenuous one and to deduce from it that because the

whole paragraph contains the words "shall be laid", therefore, it becomes subservient to it, does not follow from this particular language.

The other question is more substantial. If a ruling is given that "a resolution disapproving the Ordinance cannot be made unless it is laid; then the temptation to delay such a resolution will increase enormously and will, therefore, infringe on the functioning of the Parliament as a whole. This right given to the Parliament to move a resolution of disapproval should remain unaffected. All Ordinances take effect from the day they are issued. Any delay - supposing there are some provisions in the Ordinance which a particular House feels, or Members feel is not in the national interest, and therefore, that Ordinance should not be allowed to remain inforce at all; in fact then the whole question of giving the government a chance that they can delay the moving of the resolution by tabling it a few days later becomes a very serious infringement of the right of the House and the right of a Member to exercise his constitutional rights. If for the sake of argument, if so far there is no ruling it is absolutely necessary to establish the supremacy of the Parliament in this matter to able to exercise its constitutional right, the ruling should be that this resolution can be moved so that the government is compelled to lay it on the table of the House at the earliest rather than encourage it to delay it further. The second question is and I am surprised that they are going on both sides.

Mr. Chairman: Supposing we come to the conclusion that a resolution can be moved regardless it is laid or not, then what will be the purpose of laying this Ordinance? If the resolution is moved withot even laying it then what is the purpose? Why is it to be laid?

جناب سرتاج عزیز۔ اس case میں یہ ہو جاتا ہے وہاں پر تو ظاہر ہے کہ ،

somebody can take advantage. In other cases that is the normal provision that it should be laid as soon as possible so that the members can have a chance to read it and decide what to do with it.

Mr. Chairman: No. You see once you argue that whether it is laid or not you can move a resolution. So, let us suppose that the government has not laid it and you moved a resolution; obviously when that resolution is moved the whole thing will be debated, discussed.

ساری بات ہو جائے گی تو اس کے بعد پھر laying کا مقصد کیا ہوا؟

جناب سرتاج عزیز۔ دیکھیں ناں اس کے بعد tradition ہونی چاہئے کہ اگر تین دن کا نوٹس دیا ہے تو ،

within those three days, the government must lay it so that all the Members have a chance to study it.

Mr. Chairman: when you are arguing personally.....

Mr. Sartaj Aziz: Basically the question is whether the constitutional right is being subjected to any other constraint which is outside the Parliament? The basic point is that if this ruling is given then the government has the temptation or the opportunity to delay that right by delaying the Ordinance. Now, I come to the question of what is reasonable?

There can be no standard rule that every Ordinance should be laid within one, two or three weeks, it depend on the circumstances of the case. In this case the Ordinance has becomes to be effective, it has time bound provisions to change the governor, to change the Boards and so many other things. Supposing the government having issued it on 31st December know very

well that the House is in session for 11 days and they table it on the last day of the House so that three days notice cannot be made and therefore during the course of this session the Ordinance cannot be disapproved and then the next session takes place after a month. So, for one and a half month they have allowed an Ordinance to remain inforce and do whatever action they want to do, which some members want to challenge and disapprove by following the rules.

So, in that case 11 days is too much or even 8 days is too much of delay. When I moved this point of order on the 6th January, three days ago, and knowing that there are five more days, what action did the government take to table the Ordinance? All it took is to make 50 photocopies and give it to the Secretariat and next day it is circulated. So, if it is deliberately delayed for the last day of the session is it not a breach of privilege? These are also matters of healthy traditions and the tradition is that if the Senate is in session and there are ten days left they should me all ordinances atleast 5 days or 6 days before the end of that session so that the members have a chance 'to give three days' notice. Then, it is a reasonable time. But if they delay it sufficiently so that three days notice cannot be given and the resolution cannot be taken up for discussion before the end of the session then that delay is unreasonable. Because then they have deprived the members of their constitutional right to move that resolution. In that case it becomes a breach of privilege because this right has been denied so, they can't argue on both sides.

My basic contention is that the resolution can be moved even before the Ordinance is tabled. But if they argue that it cannot be moved then the breach of privilege is definite because during the course of the session my right to move that resolution was denied and, therefore, the Ordinance remained in force longer

than it should have been, assuming that the Senate will pass that resolution. So, thatis the basic question.

جناب چیئرمین: حامد رضا گیلانی صاحب۔

Makhdoom Syed Hamid Raza Gillani: Sir, I wanted to put forward the same argument which Mian Sahib had made with a little addition like this.

بات ایک ہی ہے۔ ہم ہمیشہ rigmarole میں پھنس جاتے ہیں' the, may, shall وہ بھی ضروری ہیں لیکن بات یہ ہے کہ کیا چیز کرنی چاہیئے۔ ایک تو بہت بڑا طمانچہ یہ ہے کہ --------

Mr. Chairman: I must point out that Hamid Raza Gillani is a Barrister though he never writes it.

مخدوم سید حامد رضا گیلانی، آپ کی بہت مہربانی' So, the question is, کہ حکومت کو چلنا ہے' حکومت کے مختلف حصے ہیں۔ ایک Executive ہے' پارلیمنٹ ہے' عدلیہ ہے۔ پارلیمنٹ کا exclusive right ہے کہ وہ لیجسلیشن کرے اور to elect the Prime Minister from the Lower House to facilitate the Government in legislation work. آرڈیننس جاری کرنے کی حکومت کو اجازت ہے لیکن یہ ایک مجبوری عمل ہے کہ جب پارلیمنٹ نہیں ہے تو legislation نہیں ہو سکتی ہے' قانون تو چلنا ہے' حکومت نے چلنا ہے تو آرڈیننس کرنے پڑتے ہیں لیکن at the first opportunity it should be presented to therepresentatives of the people. ایک تو ایک بھی ظلم یہ ہوا تھا کہ ہاؤس میں آگ لگ گئی۔ آگ لگنے سے پارلیمنٹ پر اتنا بڑا طمانچہ نہیں لگتا ہے بلکہ طمانچہ یہ ہے کہ ایک ہاؤس سیشن میں ہو اور اس میں آپ آرڈیننس جاری کریں۔ ایک تو یہ طمانچہ ہے۔ جناب جب صدر نے دستخط کردئے ہیں۔ عمل میں بات آچکی ہے' اس کے تحت اگر ایک آرڈیننس' جس کے تحت آپ نے آدھی مخلوق کا پانی بند کرنا ہے' وہ آپ بند کرچکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ نہیں' اس پر discussionمت کرو۔ ہم نے یہ table نہیں کیا۔ بات تو یہ ہے کہ practically کیا ہو رہا ہے we are dealing with practical work ایک آرڈیننس ہے' اس میں ایک argument تو یہ دیتے ہیں کہ کسی ادارے کا یا

مخلوق کے کسی حصہ کا ایک آپ right usurp کر لیتے ہیں ویسے تو ہم adjournment motion کے تحت دنیا بھر کی باتیں یہاں پر discuss کر سکتے ہیں لیکن جب ایک قانون بنتا ہے اور majority سوچتی ہے کہ قانون جائز نہیں ہے تو وہ جب تک table نہ ہو، ہم اس پر گفتگو نہیں کرسکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر پارلیمنٹ کا privilege کیا breach ہوگا کہ اس پر بحث کرنے سے آپ کو روکا جائے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب والا! جیسے یحیٰ بختیار صاحب نے فرمایا ہے کہ دو rights ہیں، ایک right ہے to reject, to accept the Ordinance جو بھی آپ جاری کریں اس پر بحث کا ہر ممبر کا right ہے کہ جب آپ نے ایک قانون بنا دیا ہے---- ہم سمجھتے ہیں کہ کیا آپ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں 'within reasonable time' تین ہفتے آپ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، دس دن فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کیوں؛ You are dealing with the rights of the members of the Parliament. تو کیا آپ اس حقوق سے ہمیں محروم کرنا چاہ رہے ہیں اور ساتھ قوم کو بھی۔ نہیں۔ (مداخلت)

Thank you very much, Sir.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب رضا ربانی صاحب۔

میاں رضا ربانی: میں دو باتیں کہنا چاہوں گا کہ سب سے پہلے یہ کہ unfortunately قانون کے اندر جذبات جو ہیں ان کا اتنا عمل دخل نہیں ہوتا ہے۔ Thumphing of the Desks کے لئے تو ہم باتیں کرسکتے ہیں۔

(مداخلت)

وہ تو کر ہی رہا ہوں جناب، آپ کے کہنے کے علاوہ ہی کہہ رہا ہوں اور میرا خیال ہے کہ نہ صرف 'Thumphing of the Desks' یا جذبات کی بات آئے تو ہم سے زیادہ Thumphing of the Desks لے سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی اپنی tradition جو ہے وہ کچھ اور ہے اور ہماری traditions کچھ اور رہی ہیں۔ بہرحال کیونکہ بات اس قانون کی ہو رہی ہے اور شاید آپ کو قانون سے اتنی دلچسپی اور لگاؤ نہیں ہے اسی لئے شاید آپ شرماتے ہیں اور اپنے نام کے ساتھ بیرسٹر بھی نہیں لکھتے۔ بہرحال بات کچھ اور ہو رہی تھی اور آپ اسے side track کرنا چاہ رہے تھے۔

ایک فاضل رکن : یہ الفاظ حذف کئے جائیں۔

(مداخلت)

Mian Raza Rabbani: There is nothing to be expunged in this, Sir. It is a matter of fact which was pointed out by the Chair, I merely repeated that.

Mr. Chairman: Please proceed on.

Mian Raza Rabbani: Either the remarks of the Chair should also be expunged because I have just repeated that.

But coming back to the point at hand and that is:-

(1) As far as the words 'as soon as may be' are concerned, which are used in the Rules of Procedure, they are not a new term. The words 'as soon as may be', can be also found in detention laws and the interpretation attached to 'as soon as may be', in detention laws varies from 15 days, 20 days to 25 days, courts have had different points of views on as to what is meant by 'as soon as may be'. Therefore, to say that 'as soon as may be' in the words of Mr. Brohi means the very next day well, yes, in certain cases even the courts may have interpreted it in that way. But as I have said, it is a question which is very much open to discusion.

The honourable Senator from Baluchistan Mr. Yahya Bakhtiar has raised that if after 4 months the Ordinance ceases to exist then what would be the purpose of the right of the member which has been infringed if he is not allowed to move a resolution. Here, I would say Sir, that a resolution for disapproval, in actual fact what does it mean? A resolution for disapproval means that the House, whether it is the National Assembly or it is the Senate, does not want that Ordinance to be translated into law. So, therefore, if after 4 months, it

ceases to exist, the very purpose of moving the resolution for disapproval is in itself achieved. Therefore, the question of depriving the member of his rights will not arise. These are the submissions that I would like to make Sir.

Mr. Chairman: Thank you. Dr. Sher Afgan. Now we would conclude it after Dr. Sher Afgan's statement.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ جناب چیئرمین ! reasonable time or as soon as possible اور یہاں ہمارے ایک معزز رکن نے فرمایا کہ اے کے بروہی صاحب نے اسے 24 گھنٹے قرار دیا تھا۔ آپ کے اور اس مقدس ہاؤس کے فائدے کے لئے یہ ہے کہ اگر آپ Begum Nusrat Bhutto Vs. Chief of Army Staff کیس اٹھا کر دیکھیں تو اس میں بھی یہی factor تھا جو discuss ہوا اور اس کی interpretation تو نو سال چلی آپ اگر last پیراگراف میں جائیں تو وہاں پر very emphatically it was advocated کہ time cut کریں اور اس پر انہوں نے کہا کہ جی نہیں چونکہ دو دفعہ انہوں نے اپنا حلف نامہ داخل کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہوا تھا کہ دستور میں انہیں ترمیم کرنے کی طاقت بھی سپریم کورٹ نے عطاء کردی تھی اور فیصلے میں لکھا ہے ساتھ یہ بھی تھا کہ بہت جلد اور ایک reasonable time as early as possible۔ ایک بات یہ رہی۔

دوسری میری بات یہ ہے کہ یہ آرڈیننس آپ کی ملکیت ہی نہیں بنا تو آپ اس پر بحث کیا کرتے ہیں۔ آرڈیننس اس ہاؤس کی پراپرٹی ہی نہیں بنی' آپ اس کو کیسے لینا چاہتے ہیں' منظوری دینے یا نا منظور کرنے کا سوال تب پیدا ہوگا جب آرڈیننس اس ہاؤس کی ملکیت بنے گا۔

تیسری بات جو پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ اسمبلی کا حوالہ دیا۔ اس میں اسمبلی ہے۔

Not Upper House, Lower House, Lok Sabah, Rajia Sabah, Assembly did not point out the Upper House.

یہ بھی میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ جو آپ فرما رہے ہیں ناں کہ ابھی یہ پراپرٹی نہیں ہوا۔ تو اب یہاں پر یہ نہیں لکھا ہوا ۔ again in the Constitution. I want to read it again that :

کہ جی وہ lay کون کرے گا۔ making property of the House.

Suppose, I bring a special copy, and the Constitution permits me to put it before the House. Where does the Constitution say that only the government have to lay it on the House.

نہیں اگر ایک ممبر کا حق ہے۔ Let us say I am talking of a hypothetical situation.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Clause (3) of the Article 89 is co-evidence.

جناب چیئرمین: اس میں تو نہیں لکھا ہوا کہ cannot-----

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: پھر تو وہ بل بن جاتا ہے یہی بات رضا صاحب نے کی۔ ابھی تو یہ وزیر قانون نے lay نہیں کیا۔

Anything concerned with the banking system of the mechanics he could consider it as part of Article 73.

جناب چیئرمین: وہ تو بحث ہی علیحدہ ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: نہیں ہم کیوں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کریں جب یہ آپ کی ملکیت ہی نہیں بنا ہے تو------

جناب چیئرمین: نہیں آپ نے جو فرمایا کہ property of the House ہے

Let us say a member gets a copy of the Gazette and places it before the House.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب جب ایک چیز آپ کی ملکیت ہی نہیں ہے تو آپ ویسے ہی بات کر رہے ہیں۔ جب آپ کی پراپرٹی بن جائے گی تو تب خارج کرانے کی یا رکھنے کی بات کریں۔

This is a hypothetical thinking which is going on in the House, when it becomes property of the House then discuss it or then disapprove and move a resolution of disapproval at all. You have been discussing uselessly.

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے جی This is a complicated question, I will reserve ruling on this. جی مندوخیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب میں اس حد تک یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں ایک مسئلہ اٹھا یا گیا اور گیلانی صاحب نے بالکل قانون کی روح کے مطابق بات کی کہ پارلیمنٹ کو قانون سازی سے محروم کیا جارہا ہے یہ تھی بنیادی بات اور ابھی جناب شیر افگن صاحب فرما رہے ہیں کہ آپ کی ملکیت نہیں ہے۔ اس وقت یہ ہماری ملکیت ہوئی ایک معنوں میں جب آپ نے قانون سازی کی۔ آئین کے مطابق exceptional circumstances میں۔ لیکن اس قانون سے آپ نے لوگوں کو متاثر کیا' اس لئے یہ ہمارا حق بنتا ہے کہ you shall lay it اور as soon as اور یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. So, in the meantime the position is that we have received Ordinances in the Secretariat. Iqbal Haider Sahib, we have received them from your Ministry, so, I take it that they will be formally brought on the agenda.

Syed Iqbal Haider: You have received them.

Mr. Chairman: So, they are received. Now, the next question is whether the resolution can be moved. It is a complicated question. So, I reserve my ruling on this. I shall like to look into some other Constitution to give a proper considered ruling on this subject.

Mr. Sartaj Aziz: Sir, the session should be continued at least for two more days so that if the Ordinance is laid, 3 days' notice can be given, otherwise the Senate will be deprived of its right to discuss the important piece of legislation. therefore, it is incumbent upon the government to continue the session till the 13th instant. Then we can take up this resolution even if we without accepting the logic of the argument that the laying of the Ordinance is

necessary, in the absence of your ruling. We should get that time.

Mr. Chairman: That is for the government to decide. Now, we take privilege motions, Ch. Shujaat Hussain.

چوہدری شجاعت حسین: ٹھیک ہے جی کل لے لیں ویسے میں نے نوٹس دیا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے کل لے لیں گے۔ اب تحریک التواء پروفیسر خورشید احمد صاحب نمبر 23 اور فصیح اقبال صاحب 46 جی پروفیسر صاحب۔

ADJOURNMENT MOTION RE: INCREASE IN THE PRICES OF FERTILIZERS

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں اس معزز ایوان سے مندرجہ ذیل تحریک التواء پیش کرنے کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔

اخباری اطلاعات کے مطابق ڈی پی اے کھاد کی قیمتوں میں اضافے سے کاشتکاروں میں سخت پریشانی ہوئی ہے 35 روپے فی بوری کے اضافے سے ملک بھر کے کاشتکاروں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ جس سے گندم کی کاشت میں تاخیر ہو رہی ہے اور خدشہ ہے کہ اگر یہی صورتحال جاری رہی تو آئندہ سال گندم کی پیداوار بہت کم ہوگی جوایک بڑا قومی نقصان ہوگا۔ اس لئے سینٹ کی معمول کی کاروائی روک کر اس اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین: جی فصیح اقبال صاحب آپ بھی پڑھ دیں۔

سید فصیح اقبال: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ سینٹ کی کارروائی روک کر اس مسئلے پر بحث کی جائے۔

اخباری اطلاع کے مطابق کھاد کی قیمتوں میں اچانک اضافہ کیا گیا ہے اس اضافے سے کاشتکاروں کی مشکلات میں اضافہ ہوا اور گندم کی فصل متاثر ہو رہی ہے۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ اس پر فوری طور پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Syed Iqbal Haider: Opposed, Sir.

جناب چیئرمین، جی پروفیسر صاحب مختصراً فرمادیں۔

پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ گندم ہماری معیشت میں کیا اہمیت رکھتی ہے اور بدقسمتی سے اس سال، جبکہ پچھلے سال سیلاب کی وجہ سے اور اس سال بارش وقت پر نہ ہونے کی وجہ سے زراعت جو ہے وہ ایک بحران کا شکار ہے اس پس منظر میں خاص طور پر آپ کو معلوم ہے کہ اگر بروقت کھاد نہ ملے تو کیا اس کے اثرات فصل اور پیداوار پر ہوں گے۔ صورتحال یہ ہے کہ جب تک DPA اور دوسری قسم کی کھاد کیلشیم فاسفیٹ ایک ساتھ ملائے نہ جائیں اس وقت تک صحیح مقدار میں اور صحیح توازن کے ساتھ fertilizer جو ہے وہ نہیں پہنچ پاتیں۔ اب پوزیشن یہ ہوئی ہے کہ فوری طور پر 35 روپے فی بوری قیمت جو ہے بڑھا دی گئی ہے اس کے نتیجے کے طور پر کاشت کاروں کے لئے یہ بات ممکن نہیں رہی ہے۔ اگر فرض کیجئے کہ ان کے پاس credit facilities کم ہیں physical بھی کم رہی ہے کچھ چیزوں کی اور اس کے بعد قیمتوں کا بڑھانا یہ تینوں چیزیں مل کر گندم کی فصل کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ پیدا ہو گیا۔ تو جناب والا! گندم کی جو اہمیت پاکستان کی معیشت میں ہے اسے ایک قومی اہمیت کا مسئلہ بناتی ہے۔ جو 70 فیصدی آبادی کے روزگار اور پورے ملک کی خود کفالت اثرانداز ہوگی اگر بروقت اس کا تدارک نہ ہو تو آپ کو معلوم ہے کہ گندم import کرنا پڑے گی۔ اس سال اس بات کا خطرہ ہے کہ دو ملین ٹن گندم import کرنا پڑے گی جو فارن ایکسچینج کے اوپر بھی بہت بڑا بار ہوگا اور روپے کی devaluation کی وجہ سے prices بھی متاثر ہوں گی۔ الاّ یہ کہ subsidise کیا جائے، جس کے معنی پھر خسارہ ہے، حکومت کے بجٹ کا تو یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ قیمت حال ہی میں بڑھی ہے۔ یہ recent occurence سے تعلق ہے۔ قیمت کا بڑھنا جس وجہ سے ہوا ہے وہ حکومت کی پالیسی ہے۔ اور پالیسی جو ہے وہ مرکزی حکومت کی ہے۔ جس میں قیمتوں کا کنٹرول اور فارن ایکسچینج یہ دونوں چیزیں شامل ہیں۔ تو گویا کہ یہ direct responsibility فیڈرل گورنمنٹ کی ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی بناء پر کوئی مسئلہ فوری اہمیت کا مسئلہ بنتا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے یہ تمام شرائط پر راست آتا ہے اور اس لئے اس کو زیر بحث لانا چاہیئے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ فصیح صاحب آپ اس میں کچھ add کرنا چاہیں گے؟

سید فصیح اقبال: جی ہاں میں اپنے محترم معزز پروفیسر خورشید صاحب کی تائید کرتا ہوں لیکن اس میں ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ کھاد کے علاوہ ملک میں زرعی چیزوں کے بارے میں حکومت کی پالیسی (جتنی بھی حکومتیں رہی ہیں) اور ان کا رویہ بڑا مایوس کن رہا ہے۔ کاشتکار طبقہ پاکستان کا ویسے ہی دبا ہوا ہے۔ ان پر بڑے indirect taxes ہیں۔ جہاں تک کھاد کا تعلق ہے یہ معیشت کے لئے ایک بہت ضروری چیز ہے۔ اگر یہ ریٹ 35 روپے سرکار نے بڑھایا ہے تو ڈیلر اور دوسری بلیک مارکیٹ والوں نے کم از کم 25 روپے مزید بڑھادیا ہے۔ ہمارے جیسے صوبے کے لوگوں کو جہاں کھاد کی اس وقت شدید ضرورت ہے، نصیرآباد، ژوب اور ایسے دوسرے علاقوں میں اگر کھاد بروقت نہ ملے تو بڑا نقصان ہوگا۔ آپ اندازہ کریں کہ صرف بلوچستان ہی پورے پاکستان کے لئے غلہ پیدہ کرسکتا ہے۔ لیکن کھاد کے اضافے سے ایک تو قوت خرید نہیں رہی دوسری چیز یہ ہے کہ اس حکومت کی عجیب پالیسی ہے کہ آپ کروڑوں روپے زرمبادلہ پر تو خرچ کرتے ہیں لیکن جب کھاد کا معاملہ آیا ہے حکومت نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے کہنے سے subsidy اٹھالی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر واقعی یہ آئی۔ ایم۔ ایف۔ کے کہنے پر ہوا ہے تو کاشتکاروں کو گندم کی انٹرنیشنل پرائسز دی جائیں تاکہ کاشتکار کو گندم بونے میں فائدہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حال ہی میں اس گورنمنٹ نے اضافہ کیا ہے دوسرا یہ کہ واقعہ ابھی ہوا ہے تو یہ admissible بنتا ہے کہ اسے مزید بحث کے لئے منظور کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Law Minister.

Syed Iqbal Haider: Mr. Chairman, in the first place, I may emphasize that in the past whenever the adjournment motions on the price increase were moved, generally they were killed in the Chamber because that does not fullfil the requirements of an adjournment motion and on the point of fact, Sir, I would submit that the de-regulation of the prices of fertilizers has taken place in May 1986. Sir, the sale prices of fertilizers are determined by free market mechanism of supply and demand. It is not that anything which is

authorized or approved by the Price Controller; no, they are determined by the market demand, Sir, and that de-control of the prices and de-regulation was done in May 1986, so that is not a recent occurence. It is a gradual increase in the prices of the fertilizers, particularly, Urea which has been determined by the market forces, that is one thing. Secondly, Sir, the apprehension that it will be an unreasonable burden on the grower particularly of the wheat, let me inform this honourable House that the support price of wheat has been increased by our government by Rs.400/- and the increase in the support price of wheat is far more than the increase of the prices of fertilizers. So there is no likelihood of any adverse affect on the growers at all, Sir.

And thirdly Sir, I would also say that government is ensuring that enough quantity of fertilizers is always available in the market so that the prices do not increase anywhere. So, the supply of the fertilizer is being increased and there are another five ships, carrying 141 thousand tons, are arriving and have arrived and would be arriving in January 1994, also, Sir. So, we are increasing the supply of fertilizers to ensure that the price of fertilizers does not increase and it goes down. Thank you Sir.

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب یہ تو لگتا ہے کہ'

It is a free play of market forces and the de-regulation took place in May 1986.

اس میں گورنمنٹ کا کیا کنٹرول ہے؟

پروفیسر خورشید احمد: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات یوریا کے بارے میں ہے۔ کھادیں بھی دو قسم کی ہیں ایک یوریا ہے اور ایک DPA ڈائی امونیم فاسفیٹ ہے۔ اس کی قیمتیں اضافہ ہوا ہے' یوریا میں اضافہ نہیں ہوا۔ جو facts پیش کئے ہیں جناب وزیر صاحب نے وہ یوریا کے بارے میں ہیں وہ اس کے بارے میں نہیں ہیں جس کے بارے میں میں نے وضاحت کی ہے۔

جناب چیئرمین: دونوں de-regulated ہیں ناں؟

پروفیسر خورشید احمد: دوسری بات یہ ہے کہ یہ de-regulated ضرور ہے لیکن قیمت میں اضافہ جو ہے وہ اب ہوا ہے یعنی نومبر کے مہینے میں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم 65 کی بات کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: یہ تو صحیح ہے لیکن گورنمنٹ کی اس میں کیا ذمہ داری بنتی ہے۔ اگر وہ de-regulated ہے؟

پروفیسر خورشید احمد: دوسری چیز یہ ہے گورنمنٹ نے wheat کی پرائس بھی تو مقرر کی ہے یا تو ٹھیک ہے جیسا کہ فصیح اقبال صاحب نے کہا ہے کہ international prices ہی prevail کر دیں۔ آپ نے اس کی procurement price بڑھائی اور اس کے ساتھ ساتھ جو inputs ہیں اگر ان کی قیمتیں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ تو اس کے نتیجہ کے طور پر جو incentive ملا تھا تو ختم ہوگیا اور گورنمنٹ کی پالیسی کی بناء پر ہوا ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے کہ گورنمنٹ کی پالیسی کے بغیر ہوا ہے۔ اور یہ پالیسی مرکزی حکومت کی ہے صوبائی حکومتوں کی نہیں ہے اور قیمتوں میں اضافے کے مختلف اسباب میں devaluation بھی ہے، سپلائی کا صحیح وقت پر نہ ہونا ہے، جس میں distribution کا نظام ہے اور جیسا کہ فصیح اقبال نے کہا اور میں بھی اخبارات دیکھ رہا تھا کہ actual اضافہ جو consumer کو ہوا ہے یعنی farmers کو وہ تو پچاس روپے فی بوری کا ہوا ہے صرف 35 روپے کا نہیں ہوا لیکن جو پبلشڈ پرائس ہے اس میں 35 روپے فی بوری کا اضافہ ہوا ہے اور یہ اسی زمانے کی چیز ہے نومبر کے مہینے کی یہ پہلے کی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ فصیح صاحب۔ اگر یہ de-regulated ہے تو پھر گورنمنٹ کیا کرے اس میں؟

پروفیسر خورشید احمد: ذرا ایک اور چیز کی بھی وضاحت کر دوں کہ DPA جو ہے وہ صرف گورنمنٹ امپورٹ کرتی ہے یہ گورنمنٹ supply کرتی ہے یہ پرائیویٹ سیکٹر میں نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اس پر تو انہوں نے assurance دے رکھی ہے کہ ہم سپلائی پوری رکھیں گے۔

پروفیسر خورشید احمد: پہلے تو سوال یہ ہے کہ اسی کی قیمت بڑھی یعنی یوریا اس ملک میں produce ہو رہا ہے اور DPA جو ہے یہ باہر سے آرہا ہے جو گورنمنٹ امپورٹ کر رہی ہے، گورنمنٹ سپلائی کر رہی ہے، یہ گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے کھلی مارکیٹ کی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین صاحب جیسے میں نے عرض کیا کہ ابھی اس طرح سے نہیں ہے جس طرح یہ کہہ رہے ہیں ابھی تک یہ فیکٹری جو سب سے زیادہ produce کرتی ہے وہ پبلک سیکٹر میں ہے منسٹری آف پروڈکشن کے ساتھ اور دوسرا جو ڈائریکٹوریٹ آف فرٹیلائزر گورنمنٹ آف پاکستان کا وزارت زراعت کے تحت کام کر رہا ہے جس کا کام ہے صرف فرٹیلائزر امپورٹ کرنا اس میں کافی کمیشن کا مسئلہ ہے یہ وزیر قانون صاحب ہیں وزیر زراعت نہیں ہیں میں ان کو کیسے چیلنج کروں ان کا کام ہے یہ defend کریں گورنمنٹ کے کاموں کو اس میں کمیشن یہ ہے کہ Billion of rupees have been eaten up by these dealers and importers. جب آپ یہ بات کر رہے ہیں کاشتکاروں کا کون سا نمائندہ ہے یہاں پر، نہ کوئی کاشکاروں کی بات سنتا ہے میں آپ کو یہ عرض کروں کہ پاکستان کی جتنی جگہوں پر گندم بوئی جاتی ہے ان کے ساتھ جو حالت زار ہے ان کو کم از کم دوگنی قیمت پر، آج تک حکومت نے کسی جگہ سپلائی کرنے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، ایک پاسکو تھا اس میں بھی اتنا mismanagement ہے کہ ہمارے صوبہ تک پاسکو بھی نہیں پہنچا صرف نصیرآباد اور جیکب آباد تک ہے تو آپ یہ سوچیں کہ قیمت نومبر میں بڑھی ہے اور یہ انہوں نے بڑھائی ہے منسٹری آف ایگریکلچر کے تحت جو کام کرتے ہیں، یعنی ڈائریکٹوریٹ فرٹیلائزر کس کا ہے؟ یہ حکومت پاکستان کا ہے تو یہ اس طرز پر نہیں ہے انہوں نے generalize کردیا۔ deregulation کہاں ہے deregulation تو آپ کے پبلک سیکٹر میں ہے فیکٹری بھی پبلک سیکٹر میں ہے، ڈائریکٹوریٹ گورنمنٹ کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ کھاد کے بارے میں یہ ایک تصور ہے کہ ٹرکوں پر کمیشن ملتا ہے ڈھائی ہزار روپے فی ٹرک کمیشن ملتا ہے آپ اندازہ لگائیں ملتان تک ڈھائی ہزار کمیشن ملتا ہے آپ خود سوچیں نصیرآباد میں دس ہزار ہوگا۔ یہ چار گنا قیمت پر تو کھاد مل رہی ہے۔ بجلی کی قیمتیں انہوں نے بڑھا دیں۔ واٹر چارجز انہوں نے بڑھائے پھر یہ کیسے کہتے ہیں کہ گندم کی

ہیں کہ componants ہے۔ کاشتکار کو تو صرف کھاد کا فرق پڑا اس کے تو اتنے support price کاشتکار کو گندم کس قیمت پر پڑتی ہے آٹے میں نمک کے برابر ۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس کو admit کیا جائے کم از کم کاشتکاروں کے لئے بحث ہو سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی لاءمنسٹر صاحب۔

سید اقبال حیدر: آپ کو ہمارے انکار اور اقرار پر کیوں اعتراض ہے۔

جناب چیئرمین: ہوسکتا ہے یہ کوئی خفیہ کوڈ ہو۔

سید اقبال حیدر: جناب چیئرمین میں ہر اس ہاؤس کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ'

DPA's entire requirement is imported, not a ton is produced in Pakistan. The Government on its part will like DAP produced locally and Fauji Fertilizers and Messers Alnoor have already gone ahead with the planning of production of DAP, of which unit will start functioning from 1997. So, the misunderstanding that DAP is being produced by any public sector company in Pakistan is wrong. Its entire requirement is imported.

Mr. Chairman: Thank you. So the main issue is that because according to Law Minister the price of the fertilizers was deregulated, it is a deregulated item and the price is determined by the interference of market forces and the Government does not have the direct responsibility, therefore, it is not fit for admission of adjournment motion.

Next item No.26 and 37 Faseih Iqbal and Khurshid Ahmed Sahibs on the decision of the Government to send more Pakistani army to Somalia.

PRIVILEGE MOTION

RE: SENDING PAKISTAN ARMY TO SOMALIA

پروفیسر خورشید احمد : میں اس ایوان کی اجازت چاہتا ہوں یہ تحریک استحقاق پیش کرنے کے لئے کہ۔

حکومت پاکستان مزید پاکستانی فوجی صومالیہ بھیج رہی ہے۔ یہ بات لیفٹیننٹ جنرل فرخ خان نے بتائی۔ کئی پاکستانی فوجیوں کی ہلاکت کے بعد مزید فوج بھیجنا ایک غور طلب مسئلہ ہے۔ یہ ایک اہم اور قومی نوعیت کا معاملہ ہے لہٰذا سینیٹ کی معمول کی کارروائی روک کر اس کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین : جی فصیح صاحب پڑھ لیں جی پھر آپ بولیں۔ جی فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال : میں تحریک کرتا ہوں کہ سینیٹ کی معمول کی کارروائی روک کر اس مسئلے پر بحث کی جائے کہ مزید پاکستانی فوج صومالیہ بھیجی جا رہی ہے۔ جناب عالی! اس سے پہلے متعدد پاکستانی فوجی صومالیہ میں شہید ہو چکے ہیں۔ یہ ایک اہم قومی اور فوری نوعیت کا معاملہ ہے لہٰذا یہ تحریک منظور فرماتے ہوئے اس پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: It is opposed.

جناب چیئرمین : پروفیسر صاحب آپ تفصیلی بات کرنا چاہیں گے یا یہ تفصیل جو آگئی ہے کافی ہے۔

پروفیسر خورشید احمد : پہلی چیز یہ ہے کہ اگر فی الحقیقت دنیا میں کہیں امن اور مجبور انسانوں کی مدد ، خوراک فراہم کرنا، ادویات فراہم کرنے کے لئے ضرورت ہو تو اصولاً اسلام اور پاکستان کے جو مقاصد ہیں ان سے یہ بات مطابقت رکھتی ہے کہ ہم بین الاقوامی مشن میں شریک ہوں اور خدمت سر انجام دیں۔ اعتراض اس پر نہیں، اعتراض جس چیز پر ہے وہ یہ ہے کہ صومالیہ کا مشن ایک خاص مشن ہے اور وہاں پر اندرونی خانہ جنگی کی کیفیت تھی اور اس خانہ جنگی میں

امریکہ ایک خاص انداز سے رول ادا کرکے اپنی پسند کی وہاں ایک حکومت قائم کرنا چاہتا تھا اور افریقہ کے بارے میں، جو امریکی منصوبہ ہے، جس میں ایتھوپیا، کینیا، اور صومالیہ ان تینوں کے ذریعے اور آج نہیں اس کے لئے سازشیں پچھلے دس پندرہ سال سے ہو رہی ہیں، خانہ جنگی رونما کی جا رہی ہے۔ لڑایا گیا ہے لوگوں سے خون بہایا گیا ہے ان کا بوسنیا میں، امریکہ سارے اعلانات کے باوجود اپنی فوج بھیجنے اور punitive action کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن صومالیہ کے لوگوں کے لئے انہوں نے اپنی فوج بھی بھیجی اور دوسرے اٹھائیس ممالک کو بھی persuade کیا کہ وہ اپنی خدمات وہاں پر پیش کریں۔ شروع میں، میں برملا یہ بات کہتا ہوں کہ امریکہ کی فوج کے مقابلے میں پاکستانی فوج کو مقامی لوگوں نے پسند کیا اور یہ کہا کہ ہمارا اصل ہدف صومالیہ کا ہے۔ نفرت صرف امریکیوں سے ہے پاکستانی ہمارے مسلمان بھائی ہیں اور صومالیہ سو فیصدی مسلمان علاقہ ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی ہیں یہ ہماری طرح سے ہیں انہوں نے اپنے گھروں میں پاکستانی فوجوں کو کھانے پر بلایا نمازوں میں شریک ہوئے مسجدوں میں ملے لیکن امریکہ کے عزائم کچھ دوسرے تھے۔ شروع میں اسی جنرل عدید کے ساتھ سینیٹر اوکلے اور امریکہ کے کمانڈر ہوف مذاکرات بھی کر رہے تھے کھانے بھی کھا رہے تھے جشن منا رہے تھے۔ لیکن اس کے بعد پھر انہوں نے کوشش کی کہ اپنی مرضی کی حکومت وہاں پر بنا سکیں۔ صاف انہوں نے اعلان کیا کہ ہم اپنا سیاسی معاملہ خود طے کرنا چاہتے ہیں۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے اور یہ وہ چیز تھی جس پر armed clash شروع ہوا۔ اس میں امریکیوں نے پھر ایک خاص علاقے کو، ایک خاص قیادت کو ٹارگٹ بنایا خود پیچھے رہے اور پاکستانیوں کو آگے کیا یہ وہ چیز تھی جسکی وجہ سے کئی پاکستانی وہاں پر مارے گئے اور اس کے بعد پھر جنرل عدید کو اقوام متحدہ کی طرف سے سیکورٹی کونسل میں کہا گیا کہ وہ ایک criminal ہے اس کو پکڑو اور اس کو مارو۔ اس کو مارنے کے لئے پھر ایک دفعہ فوج استعمال کی گئی۔ جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جرمن کی فوج نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ ہم یہاں صرف امن اور خدمت کے لئے آئے ہیں ہم کسی ملک کی disintegration میں شریک نہیں ہوں گے۔ اٹلی والوں نے جو پہلے سے شریک تھے اور اٹلی کا صومالیہ کے ساتھ تعلق سو سال سے ہے اور زیادہ اچھی equation ہے۔ اٹلی کی فوجی کمان امریکہ کی فوجی کمان سے لڑی اور احتجاج کرنے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو withdraw کیا، فرانس نے انکار کیا کہ ہم آلہ کار نہیں بنیں گے، ہماری فوجوں کو صرف اسی function کے لئے بھیجو اور انہوں نے identify کیا

کہ اصل وار زون (war zone) فلاں فلاں علاقے میں جاکر ہمارے فوجی ڈیوٹی کرنے کو تیار ہیں لیکن لڑنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن پاکستان کے فوجیوں کو استعمال کیا امریکیوں نے اپنے مضموم مقاصد کے لئے اور جوامریکی مرنے شروع ہوئے اور ابھی گیارہ ہی مرے تھے کہ صدر کی طرف سے اعلان ہونے لگا کہ ہم تو وار کنٹرول تک پہنچ چکے ہیں۔ اس وقت تک 33 پاکستانی وہاں مارے جا چکے تھے جب کہ امریکیوں کے جو مارے گئے ان کی تعداد میرےعلم کے مطابق 20 یا 21 کے قریب تھی۔ لیکن صرف اتنے کے مرنے کے اوپر امریکہ نے اپنی فوجیں واپس بلالیں۔ پوری strategy اپنی بدل لی، اسی عدید کو جس کو کل تک کہتے تھے یہ criminal ہے اس کو ہلاک کرنا ہے اس کے سر کی قیمت لگائی تھی اس کے ساتھ مذاکرات کر رہے ہیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کا نام پاکستانی فوجی، میں یہ بھی بتلاؤں کہ 6 پاکستانی فوجیوں کو یرغمال بنا لیا گیا۔ لیکن صرف good will کے لئے پاکستان کی خاطر انہوں نے باعزت طور پر ان کو رہا کر دیا اور یہ instructions دیں کہ ہم پاکستانیوں کی عزت کرتے ہیں، لیکن پاکستانیوں کو امریکیوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہیئے۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری دونوں حکومتیں---- فوج بھیجی گئی ہے پچھلی گورنمنٹ کے زمانے میں، کیئر ٹیکر گورنمنٹ نے اس کی پالیسی کو جاری رکھا اور موجودہ گورنمنٹ جو ہے وہ بھی اب اس میں اضافے کی باتیں کر رہی ہے۔ کیونکہ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ اس کی فوجیں واپس چلی جائیں، اس وقت میرےعلم کی حد تک صرف یورپ ہی کی نہیں، مراکو نے بھی اپنی فوجیں واپس بلالی ہیں، مصر نے فوجیں واپس بلا لی ہیں، نائیجیریا نے فوجیں واپس بلالی ہیں، لیکن پاکستان کی فوجیں وہاں بدستور موجود ہیں، 5 ہزار کے قریب یا اس سے اوپر، لیکن اب امکان ہے کہ شاید مزید ڈھائی ہزار فوجی وہاں بھیجے جائیں۔

جناب والا! اس سے پاکستان کی بدنامی ہو رہی ہے، اس سے پاکستان امریکہ کے ایک ملازم کی حیثیت سے وہاں لوگوں کے سامنے آرہا ہے کہ ہم امریکی مفاد کی خاطر وہاں کام کر رہے ہیں، جو عزت احترام پاکستانیوں کا تھا۔ اور پھر یہ ہے کہ ورلڈ ٹی وی، میں نے خود انگلستان کے اندر جو ٹی وی کے اوپر پروگرام دیکھے، یا تصویریں دیکھیں، اس میں انہوں نے پاکستانیوں کو ٹارگٹ بنایا ہے، اور اس طرح نظر آیا کہ پاکستانی گویا کہ نشانے لے لے کر مار رہے ہیں، اور پھر اس کے بعد ان غریب اور مری ہوئی لاشیں، اور زخمی لوگوں کو دکھایا، پھر بچے، عورتیں، بوڑھے اور مکانات کس طرح تباہ کئے گئے ہیں، ایک ہزار سے زیادہ صومالی مارے جا چکے ہیں تو ہم آخر اپنے

ہاتھ اس خون سے کیوں رنگین کر رہے ہیں۔ ہماری یہ آزادی' ہماری عزت' ہمارا وقار' ہماری foreign policy کی independence کا یہ تقاضا ہے کہ ہم یہ کام کریں' اور جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کہ تقریباً ایک درجن سے زیادہ دوسرے ممالک نے اپنے فوجیں واپس بلالی ہیں' تو ان حالات میں پاکستان کی فوجیں وہاں بھیجنا ایک شرمناک عمل ہے اور اتنا اہم مسئلہ ہے ہماری فارن پالیسی کا کہ اس کے اوپر اس ایوان میں ضرور بحث ہونی چاہیئے۔

جناب چیئرمین: فصیح صاحب تو کہہ دی انہوں نے بات۔

سید فصیح اقبال: جناب اس میں دو اہم باتیں اور بھی ہیں۔

جناب چیئرمین: اچھا دو اور بھی ہیں' وہ کیا ہیں؟

سید فصیح اقبال: عرض یہ ہے جناب کہ یہ بہت اچھی بات ہے کہ امن فوج کے سلسلے میں جو چارٹر ہے' ہم اس کے بھی signatory ہیں' لیکن آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں وہ اقوام متحدہ کی فوج ہے یا امریکہ کی فوج بن گئی ہے۔ وہ بالکل امریکی کمانڈ کے تحت ہے اقوام متحدہ کا صرف جھنڈا رہ گیا ہے' صرف امریکن مفاد کے تابع ہے' میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ملک جو sovereign country ہو آزاد ہو' خود مختار ہو وہ کبھی یہ صورتحال برداشت نہیں کرسکتا کہ اپنی فوج کو ایک ایسے ملک کے بارے میں جس کی پالیسی تمام اسلامی ممالک کے لئے معاندانہ ہو' امریکہ اس وقت دنیا میں' کسی بھی ملک میں' جہاں حریت پسند تحریکیں چل رہی ہیں' وہاں double standard سے کام لے رہا ہے۔ آج ہمارے سامنے بوسنیا ہے-------

جناب چیئرمین: جی یہ بحث امریکہ پر ہو رہی ہے کہ پاکستان کی پالیسی پر ہو رہی ہے۔

سید فصیح اقبال: یہ اس لئے کہ صومالیہ میں جو فوج ہم بھیج رہے ہیں' وہ امریکہ کی کمانڈ کے تحت ہے۔ اور ایک اور بات جو بہت اہم ہے کہ اس سلسلے میں جب نیشنل اسمبلی میں بحث ہوئی' اس فوج پر جو گئی تھی' وہاں ایک فیصلہ ہوا اور ان فوجیوں کے جذبات' اور وہاں کے حالات دیکھنے کے بعد Defence Committee نیشنل اسمبلی نے فیصلہ دیا' اور یہ حکومت نے روک دیا' میں سمجھتا ہوں کہ ابھی in session ہے ہم اس میں آج فیصلہ کریں کہ Defence Committee سینٹ کے ارکان وہاں جائیں اور وہاں حالات خود دیکھیں' آپ اپنے سفارتکاروں پر' آپ اپنے بابوؤں پر۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان ہی کی رپورٹوں پر سارے ملک کی سلامتی اور تمام

لوگوں کی امنگوں کے مطابق کام کر رہے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ صومالیہ میں فوجیں بھیجنا' ایک تو یہ کہ اگر امن فوج واقعی اقوام متحدہ کے تحت ہوتی تو بہت اچھا تھا لیکن حالات نے ثابت کیا ہے کہ وہاں اقوام متحدہ کا صرف جھنڈا ہے' باقی سارے آرڈر' سارے احکامات امریکن کمانڈ کے ہوتے ہیں۔ اس میں پاکستان کا ایک بڑا رول ہے' سارےمسلمان ممالک میں پاکستان کا ایک image ہے کہ یہ واحد ملک ہےمسلمانوں کا جو کم از کم حریت پسندوں کا ' ایسی تحریکوں کے ساتھ حق پرستی کے لئے ساتھ دیتا ہے' لیکن ایسے موقع پر پاکستان کا image بھی خراب کیا جا رہا ہے اور یہاں ایک وائسرائے' سفیر تھا مسٹر اوکلی' جو پاکستان کے تمام معاملات میں مداخلت بھی کرتا رہا ہے' پریس میں بھی آتا رہا ہے' بلکہ واشنگٹن میں بھی وائٹ ہاؤس سے پتہ یہ چلا کہ اس کا کام جو تھا وہ سی آئی کا سب سے بڑا ایجنٹ تھا۔ وہ وہاں سفیر ہے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو اپنی پالیسی پر نظرثانی کرنی چاہئے اور اس سے پہلے جو لوگ اس وقت وہاں موجود ہیں' کمبوڈیا سے ہم واپس آگئے ہیں' کمبوڈیا میں کافی تعریف ہوئی' لیکن صرف صومالیہ میں' میں کیوں کہہ رہا ہوں اس لئے کہ وہاں چونکہ امریکہ کے اپنے مفادات ہیں' افریقہ میں' اور مڈل ایسٹ میں اور ہمیں کبھی عربوں سے لڑایا جاتا ہے' کبھی بھائی کو بھائی سے لڑایا جاتا ہے' آج افغانستان کی پالیسی جو ہے اسی امریکی کے مفادات کی ------ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ڈیفنس کمیٹی سینیٹ کے لوگ بھی اور نیشنل اسمبلی کے لوگ بھی وہاں جائیں اور یہ فیصلہ کریں کہ واقعی وہاں امن فوج کی ضرورت ہے' اور وہ ان لوگوں سے بھی ملیں جو وہاں پر قوم پرست لوگ ہیں تاکہ پتہ چلے کہ وہ پاکستان کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

جناب چیئرمین، شکریہ جناب۔ جی جناب وزیر داخلہ صاحب۔

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: I think they have morally supported my cause, which I am going to come about. Because being a Muslim country our traditional and historic relations with these people, during the period of independence and in the subsequent year have been classical. We have always tried to support them all. As we know, this request came from UN, it was not from the American Government and it was a resolution

passed by the UN in furtherance of whic these troops have been sent in the first instance. Prof. Sahib has also agreed that the country was in total civil war. Now what is it today, there is a peace today, food is being taken to people and the mission was purely to supply food and other items to those communities which were being subjected to repression or the supply could not be delivered because of the civil war conditions. So, it is purely in furtherance of that and Faseih Iqbal has also admitted that we have sent people to Combodia, we are now sending people to Haitee, but they have also different tasks, like in Combodia. They have to superwise the elections and bring about a political government in to being, Haitee is about the same, they are also requested for the Bosnia and we have agreed. We have given our willingness that in the event that UN does ask us, we will go and replace whether it is British troops or the other troops and we will play our part in Bosnia also. Now, the comparison is also two fold. Now, they have rightly said that the Somalian hated the imperial powers, whether it was the American, whether it was the Italian, it was French, they had all been imperial powers in Africa, so, they knew what their designs were and that is why I think it was the correct decision that they should be pulled out and some one who is much nearer and dearer to them, so, then just take on the position task to ensure that food supplies are taken to the people, the food is supplied, clothing and other items, etc. etc.. So it is purely humanitarian task. Now, look at that historically, what happened in the fifties. India got the name "Piambar-e-Amn". Nehru have been called "Piambar-e-Amn" by the Arabs. For what reason? Because they always went in furtherance of the UN causes. They played a role on the world theme, and that is what we are trying to do today to play historical role in keeping with the UN mandate. We are not under

their command. The army element is not under the command of Americans, but it is purely a UN peace keeping force for a purpose, and when that purpose is ended, *Insha Allah* we shall come back.

جناب چیئرمین: جی شکریہ جی۔ جی جناب پروفیسر صاحب آپ نے تو تفصیل سے بات کر لی تھی۔

پروفیسر خورشید احمد: حقیقت یہ ہے کہ تھوڑا سا disappoint ہوا ہوں اپنے وزیر داخلہ کی performance سے اس ہاؤس کے اندر، ورنہ اب تک حقیقت یہ ہے کہ ہم ہر چیز کو قومی مفاد میں لیتے ہیں، ہم نے اس بات کو confirm کیا تھا، آپ حقائق سے کیسے انکار کرسکتے ہیں، اس زمانے میں ایک ہزار صومالی مارا گیا ہے امریکی، پاکستانی اور ان کی حلیف فوجوں کے ہاتھوں۔ علاقے کے علاقے تباہ ہو گئے ہیں، اپنی آنکھوں سے ہم نے ٹی وی کے اوپر سی این این کے اوپر لائیو کوریج دیکھا ہے، جو فوڈ آپ سپلائی کر رہے ہیں یا بمباری کر رہے ہیں ان کے اوپر، میں آپ کو واقعی بتاتا ہوں، ایک صومالی سفیر نے مجھ کو بتایا کہ اقوام متحدہ کی فورس میں امریکن کمانڈر نے یہ دعوت دی کہ اس علاقے کے تمام ٹرائیبل لیڈرز جو ہیں ان کو بلایئے، ہم ان سے بات چیت کریں گے، اور کوئی راستہ نکالیں گے، ان کی دعوت کے اوپر جب وہ تمام ٹرائیبل لیڈر ایک جگہ جمع ہوئے تو عین اس مقام کے اوپر بم پھینکا گیا، جس میں کئی ٹرائیبل لیڈر جو ہیں موقع پر ہلاک ہوگئے ہیں، یہ ہے وہ کردار جو وہاں پر ادا کیا جا رہا ہے، آپ اس کو یو۔ این۔ فورس کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ سید محمد جعفری نے UNO کے بارے میں جو کہا تھا کہ USA کا U ہے اس میں اور باقی No No ہی ہے اس میں، تو یہ ہے حقیقت۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پاکستان کی جو عزت تھی وہ خاک میں مل گئی ہے، اور آج صومالیہ کے تمام گروپ یہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستانی فوجیں واپس جائیں، آپ آج وہاں welcomed نہیں ہیں، اس لئے قبل اس کے کہ وہاں پاکستان کی اور بدنامی ہو اور پاکستان کی عزت خاک میں ملے، باعزت طریقے سے آپ کھینچئے، اور جناب والا! میں اس لئے بھی کہہ رہا ہوں کہ ایک اہم فوجی افسر جسے صومالیہ بھیجا گیا اور اس نے اپنے فرائض کو پورا کیا وہ گیا، لیکن جاتے ہوئے جو جملہ اس نے اپنے دوست سے کہا وہ یہ ہے کہ کاش میں بوسنیا جاؤں، بوسنیا آپ کو نہیں بلائیں گے، ایران نے بھی offer کیا ہے بوسنیا کے لئے، ترکی

نے بھی offer کی ہے ہم نے بھی کہا ہے آپ کو نہیں بلائیں گے۔ آپ کو تو use کریں گے وہ ان مقامات پر جہاں ان کے imperial مقاصد جو ہیں وہ پورے ہوسکیں۔ خدا کے لئے اور یہ بات کہ اٹلی کی حکومت کی فوجیں واپس ہوئی ہیں جرمنی کی ہوئی ہیں وہ اس بناء پر نہیں ہوئیں کہ وہ imperial فوجیں تھیں بلکہ اس بناء پر ہوئی ہیں وہ under protest ہوئی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ہم یہاں پر food supply کرنے کے لئے آئے تھے ۔ لڑنے کے لئے نہیں اور جرمنی کا تو دستور منع کرتا ہے ان کو، انہوں نے تو دستور کو امنڈ کرکے انہیں بھیجا تھا۔ پہلی مرتبہ کسی ملک میں بھیج رہے تھے لیکن تجربہ ناکام ہوا جرمنی نے سارے فوجیوں کو غالباً آٹھ سو تھے واپس بلا لیا ہے۔ آپ بھی عزت کا راستہ اختیار کریں۔ اور فوجیں واپس بلائیں۔

جناب چیئرمین: آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں جی جناب فصیح اقبال صاحب۔

سید فصیح اقبال: جناب انہوں نے جواب تو دیا ان باتوں کا جو میں نے کسی سیاق و سباق میں کہی تھیں، یہ نہیں بتایا کہ پاکستان کے دونوں قومی منتخب نمائندے وہاں جا کر دیکھیں۔ میں عرض کر رہا ہوں جنرل صاحب سے یہ کہتا ہوں با ادب کہ کوئی پرایا ملک اپنی فوج کو merceneries نہیں دینا چاہتا پاکستان کی فوج کی بڑی شاندار روایات ہیں۔ آپ وہاں بھیج رہے ہیں جہاں merceneries کا نام ہو آپ عرب کے اخبارات دیکھ رہے ہیں آپ خلیج ٹائم دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت جتنے اخبارات افریقہ سے نکلتے ہیں اس میں جو تنقید پاکستانی فوج پر ہو رہی ہے کہ صرف پاکستانی فوج پر ہو رہی ہے کہ صرف پاکستان کی فوج کو امریکہ کیوں استعمال کر رہا ہے۔ انڈین فوج ہے آج تک ایک انڈین کا نام نہیں آیا اس کا مطلب ہے کہ وہاں properly امریکہ کے کچھ مقاصد ہیں اور میں یہ نہیں کہہ رہا کہ کاغذی طور پر وہاں یو این او کی فوج نہیں ہے کاغذی طور پر ہے لیکن عملاً اس وقت بطروس غالی نے بھی صومالیہ جاکر یہ محسوس کیا ہے کہ فوجوں کو اس وقت جس طرح سے یو این کمانڈ میں کرنا تھا وہ نہیں ہوا۔ امریکن فوج کی ناکامی ہے پھر انہوں نے کہا کہ تھرڈ ورلڈ میں پاکستان چونکہ پیش پیش ہے اس لئے کیا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک یہ بھی کردیں اس کے ساتھ ساتھ کہ یہاں سے منتخب نمائندوں سے بہتر کوئی sovereign ادارہ نہیں ہے۔ اس کے لوگ وہاں جائیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سید فصیح اقبال: نہیں جنرل صاحب جواب دیں۔

جناب چیئرمین: یہ ایڈجرنمنٹ موشن ہے کوئی سوال و جواب نہیں ہو رہے۔

سید فصیح اقبال: نہیں میں آپ کے through عرض کر رہا ہوں کہ یہ جواب تو دیں میرے اس سوال کا انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

Mr. Chairman: The Pakistani forces have been sent in pursuance of United Nations Resolution and the question whether to send forces or not is a policy question and policy questions are generally not the subject matter of discussion to an adjournment motion, so it is ruled out of order.

ٹائم ختم ہوگیا ایڈجرنمنٹ موشن کا جی جناب فضل آغا صاحب۔

سید محمد فضل آغا: شکریہ جناب چیئرمین! میں نے ایک ایڈجرنمنٹ موشن دیا تھا وہ شاید نہیں آسکا اس میں یہ تھا کہ Placement Bureau کے ذریعے اٹھارہ ہزار بندے تو اس دن جنرل صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے اسٹیبلیشمنٹ ڈویژن کو ہدایات دی ہیں کہ اور بھی کھپائیں یہ بہت اہم مسئلہ ہے پچھلے چار سال میں ایک بندہ لگا نہیں ہے تمام صوبوں کی grievance ہے چھبیس ہزار بندے اگر یہ one stroke of pen پر لگاتے ہیں تو پھر اس طرح تو ہمیں دس پندرہ سال اور انتظار کرنا ہوگا۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس مسئلے کو بھی اگر چیک اپ کیا جائے-----

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جب وہ آئے گی تو اسے پھر لے لیں گے۔ آپ نے دی ہے موشن دیکھ لیں گے جی جناب پروفیسر صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

پروفیسر خورشید احمد: کراچی کے لوگوں نے مجھ سے اتنا کہا ہے اور ان کا حق بھی ہے میرے اوپر کہ جس طرح کوآپریٹوز کے معاملے میں اور فنانس کے معاملے میں آپ نے انتظام کیا ہے۔ کراچی کی کمپنیاں جو ہیں چالیس یا پینتالیس ہزار افراد ہیں اور اس کے اندر بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو غریب لوگ ہیں جو بیوائیں ہیں اور بہت برے حالات کے اندر ہیں تو ان کے معاملے کو بھی ٹیک اپ کیجئے اسی طریق کے اوپر اور پچھلی گورنمنٹ نے اس معاملے کے اوپر ایک کمیٹی بنائی تھی اور کچھ معاملات طے ہو گئے تھے اور آخری وقت میں regularise

نہیں ہو سکے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں initiative لیں اور اس معاملے کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: The matter is under consideration because there is a Committee and last time that was formed in the National Assembly to look into that matter. Mr. Aitzaz and Mr. Eidhi were concerned with this and we are looking into it. In fact, we are just giving a note to the Law Minister about people from the NWFP who are affected also by the Cooperatives.

جناب چیئرمین: جی جناب حافظ حسین احمد صاحب۔

حافظ حسین احمد: جناب چیئرمین صاحب! آج ایجنڈے پر ہمارا ایک کال اٹنشن نوٹس ہے آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اسے ترجیحی بنیادوں پر لے لیں کیونکہ بلوچستان بی ڈی اے کی بلوچستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے تقریباً کلاس فور کے ساٹھ ہزار ملازمین-------

Mr. Chairman: Are you ready for reply?

پہلے یہ آئٹم 2 اور 3 لے لیں پھر اس پر آتے ہیں آئٹم نمبر 2 جناب حیات صاحب جی جناب شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل: جناب چیئرمین! اجلاس ساڑھے پانچ بجے شروع ہوا اور پریولیج موشن کے لئے انڈر دی رولز آدھا گھنٹہ اور ایڈجرنمنٹ موشن کے لئے آدھا گھنٹہ کا وقت ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین: پریولیج موشن کے لئے آدھا گھنٹہ نہیں ہوتا۔ ایڈجرنمنٹ موشن کے لئے ہوتا ہے۔

جناب شہزاد گل: لیکن یہ ہے کہ اس وقت تک آٹھ بج گئے ہیں ہمارا ایک اہم موشن موٹر وے کے متعلق تھا ہم کئی ساتھی تھے اس میں لیکن وہ آج بھی رہ گیا اور اجلاس تو prorogue ہو رہا ہے لہٰذا یہ اس سیشن میں نہیں آئے گا۔ ہاؤس چلانا تو آپ کا کام ہے لیکن اگر

آپ سب کو adjust کرکے acccommodate کرتے تو یہ بہت اچھا ہوتا اب یہ ہے کہ کال اٹنشن نوٹس آپ لے رہے ہیں۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ وہ پہلے موو ہو چکا ہے اس وجہ سے ہمارا جو ایڈجرنمنٹ موشن تھا وہ تو رہ گیا۔

جناب چیئرمین: وہ بھی کوشش کرتے ہیں ابھی وقت ہے گیارہ تک let us see if we can accomodate آپ کا بھی۔ کچھ کرتے ہیں۔

جناب شہزاد گل: آج گیارہ تک چلا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی گیارہ تک چل رہا ہے ہاؤس۔آئٹم نمبر 2 جی بریگیڈئیر حیات صاحب۔

MOTION UNDER RULE 171(1)

Malik Muhammad Hayat: I beg to move that under sub-rule(1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, delay in the presentation of report of the Standing Committee on the Bill further to amend the National Institute of Health Ordinance, 1980, {The National Institute of Health Ordinance (Amendment) Bill, 1992}, be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved by Brig. (Retd.) Muhammad Hayat under sub-Rule(1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, that delay in the presentation of report of the Standing Committee on the Bill further to amend the National Institute of Health Ordinance, 1980, {The National Institute of Health Ordinance (Amendment) Bill, 1992}, be condoned till today.

(The motion was carried)

REPORT OF THE STANDING COMMITTEE RE: THE NIH ORDINANCE (AMENDMENT) BILL, 1992--------PRESENTED.

Malik Muhammad Hayat: Sir, I beg to present report of the Standing Committee on the Bill further to amend the National Institute of Health Ordinance, 1980 {The National Institute of Health Ordinance (Amendment) Bill, 1992}.

Mr. Chairman: The report stands presented.

اب ایک میڈیا پالیسی پر موشن ہے تو کس وقت تک آج کام کرنا ہے لاءمنسٹر صاحب آج کتنے بجے تک کام کرنا ہے۔

سید اقبال حیدر، سوا آٹھ تک۔

جناب چیئرمین، سوا آٹھ ساڑھے آٹھ تک تو پھر جو commenced motion ہے اس پر بھی کچھ تھوڑا سا ہو جائے یا----------

سید اقبال حیدر، ایجوکیشن والا ہم وائنڈ آپ کرسکتے ہیں انفارمیشن پالیسی کے اوپر conclude کرسکتے ہیں بزنس۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے اس پر فصیح صاحب کا بھی رہتا ہے۔ جی آپ کا کیا ہے فضل آغا صاحب۔

سید محمد فضل آغا، ہمارا جو coming بزنس ہے یہ موشن انڈر رول 194 بہت عرصے سے چلا آرہا ہے تو میرا مطلب یہ تھا کہ اگر اس طرف بھی------

جناب چیئرمین، کونسا موشن------

Syed Muhammad Fazal Ahgh: Primary education policy in the country, a motion under Rule 194. Item No.6.

جناب چیئرمین، جی وہ تو آئے گا۔

سید محمد فضل آغا، جی میری گزارش تھی کہ وہ بہت دیر ہوگئی ہے چھ مہینے ہوگئے ہیں۔

جناب چیئرمین، جی فصیح صاحب انفارمیشن پالیسی پر فرمائیے آپ کی وجہ سے معاملہ رکا ہوا ہے۔

سید فصیح اقبال، میں عرض کروں کہ پچھلی مرتبہ جب یہ آیا تھا اس وقت بھی انہوں نے کہا تھا کہ سب سے پہلے آرڈر آف دی ڈے میں یہی ہے جو commenced موشن ہے وہ آج بھی وہی ہوا ہے میڈیا پالیسی کے سلسلے میں جناب میں پروفیسر خورشید کا مشکور ہوں ان کا یہ موشن زیر بحث آیا انہوں نے بڑے مدلل دلائل دیئے لیکن عرض یہ ہے جناب میڈیا پالیسی کوئی ایسی چیز خلاء میں نہیں ہے جتنی حکومتیں آئی ہیں میں نے تو یہی دیکھا ہے کمیٹی میں جب انہوں نے پیش کیا ہے بہت خوبصورت الفاظ میں پالیسیز بنی ہوئی ہیں لیکن عمل درآمد کے سلسلے میں کم از کم ایک فیصد بھی اس پر عمل در آمد نہیں ہوا۔ اسلئے کہ اس کا تعلق سرکاری اہلکاروں سے ہے اور اس سسٹم میں آپ کے پارلیمنٹ کا کسی جگہ کوئی ایسا اثر ہے ہی نہیں میں نے بڑی کوشش کی اپنی کمیٹی سے کہ کم از کم ان کو ہدایت دوں کہ جو حصہ یعنی اس میں کوئی غیر متنازعہ چیز نہیں ہے 88 میں میں نے دیکھا کہ وہی میڈیا پالیسی پھر 90 میں جو پیش ہوئی وہی میڈیا پالیسی تھی وہ الفاظ کا ہیر پھیر جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں انہوں نے وہیں میڈیا پالیسی دی لیکن اس پر عمل درآمد ذرا برابر نہ ہوا۔ بلکہ اس کا سپرٹ کے خلاف ہوا ہے میں سمجھتا ہوں اس لئے کہ جو بھی گورنمنٹ آئی ہے اس نے عمل کرنا تو درکنار نام لینا پسند نہیں کیا۔ جب اسمبلی یا سینٹ میں کوئی ایسے نکات اٹھائے گئے، اس کے لئے انہوں نے عاریتاً جیسے کوئی charity پر قرض دیتے ہیں۔ انہوں نے خبر دے دی اس کے بعد ختم۔

میں سمجھتا ہوں کہ میڈیا پالیسی سے پہلے دیکھنا ہے کہ 85 سے ایسا ہوا ہے کہ سب سے زیادہ پریس انڈر پریشر رہا ہے۔ ہمارے کچھ سیاسی گروہ اور کچھ سیاسی پارٹیوں نے کچھ انفرادی لوگوں نے طرح طرح سے پریس کو terrorise کیا ہے۔ مختلف شہروں میں، میں کراچی کی بات لیتا ہوں، لاہور کی لیتا ہوں ملتان کی لیتا ہوں، اسلام آباد میں بھی کئی اخبارات کے دفاتر جلائے گئے اور یہ ایک رجحان ہمارے ہاں ہو گیا ہے کہ کسی چیز کو برداشت نہ کرنا حکومت میں بھی یہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کوئی بھی حکومت آئی ہے اس میں کوئی بھی فرق نہیں ہوا پریس کی آزادی کے

سلسلے میں اور جو پریس نے یہ آزادی بری جدوجہد کے بعد لی ہے۔ کسی نے ان کی پلیٹ میں رکھ کر نہیں دی۔ صرف 1962 کا ایکٹ جو پریس انڈ پبلیکیشن کے متعلق تھا اس کو منسوخ کرانے میں تیس سال لگے ہیں۔ یہ جتنی ہماری تنظیمیں تھیں اخبارات کی انہوں نے اور Federal Union of Journalist نے CPNE نے APNS اور جتنے کارکن ہمارے صحافی تھے انہوں نے کتنی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ کوڑے انہوں نے اس دوران کھائے جیلوں میں انہوں نے سختیاں برداشت کیں، یہ صرف اس آرڈیننس کو ختم کرنے کے لئے اور آج خدا کا شکر ہے جونیجو صاحب کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس کے دور میں یہ ختم ہوا۔ اور آج خدا کا شکر ہے کہ پریس آزاد ہے۔ لیکن وہ جس حکومت نے آزاد کیا ہے اس کو بہر حال کریڈٹ جاتا ہے کیونکہ اس کے بعد کوئی آرڈیننس نہیں آیا۔ اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور اس سلسلے میں کئی پرائیویٹ ممبروں نے ہمارے پروفیسر صاحب نے بھی اور اس سے پہلے دو چار اور ممبران نے freedom of speech کا بل بھی دیا۔ لیکن وہ تو آپ کو پتہ ہے جو حشر ہوتا ہے۔ لیجیسلیشن کا، کہ دونوں حکومتوں میں کبھی بھی کوئی پرائیویٹ بل چار سال میں نہیں آیا آج میں پڑھ رہا تھا ایک سابق سینیٹر کا تین سال پہلے جہانگیر جوگیزئی صاحب کا بل تھا جو آرہا ہے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ delay condone کرنے کے لئے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب چھ سال ہو رہے ہیں اتنی بڑی میعاد میں ایک آدھ بل نہیں لاسکتے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر۔ اس لئے کہ وہ گورنمنٹ کو suit نہیں کرتے۔ لاء اینڈ آرڈر کے علاوہ کسی بھی مسئلہ میں حکومت نے دلچسپی نہیں رکھی۔ آپ نے دیکھا ہے جناب چیئرمین صاحب آپ ماہر قانون دان ہیں کہ پریس نے ایسے موقعوں پر جب مارشل لاء کی حاکمانہ حکومت تھی پارلیمنٹ کے اس خلاء کو بھی پورا کیا۔ کارٹونوں کے ذریعے، نظموں کے ذریعے اور ایسے مضامین لکھے جن سے لوگوں کی رائے عامہ اور اس میں کئی ایسی پارٹیاں تھیں جنھوں نے بڑی جدوجہد کی۔ لیکن پریس کا پاکستان کی قومی تاریخ میں جو کارنامہ ہے وہ میرا خیال ہے کہ اتنا تابناک ہے کہ برصغیر میں اگر آپ دیکھیں تو پاکستان کے پریس نے زیادہ خدمات انجام دی ہیں جمہوریت کو لانے کے لئے بلکہ دوسرے کسی ملک کے پریس کے-----اور ان کے ساتھ سلوک کیا ہوا ہے۔ آج تک کوئی ایسی regulatory law نہیں ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کے دفاتر لوٹے جا رہے ہیں۔ صحافیوں پر ان کے گھروں میں حملے کرائے گئے سبھی نے، ہر حکومت نے، میں کہتا ہوں آج میرے سابقہ وزیر داخلہ بھی بیٹھے تھے چوہدری صاحب ان سے پوچھئے اتنی کمیٹیاں بنیں، کبھی کوئی

ایسا سسٹم نہیں بنا سکے کہ پریس والوں کے لئے مخصوص ایسے حالات ہوتے ہیں کہ ان کو کام کرنے کا آزادانہ موقع ملے۔ اور یہ حکومت وقت بھی جانتی ہے کہ یہ کام کوئی آسان نہیں ہے۔ اس قسم کے تحفظات ہونے چاہئیں۔

جہاں تک پریس کا تعلق ہے کن حالات کے تحت وہ کام کرتے ہیں۔ آپ کو علم ہے انہوں نے ہمیشہ پریس کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ پریس سے آپ کو اختلاف بھی ہوگا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمارے پریس نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے۔ انہوں نے public opinion بنانے میں بڑے شاندار کارنامے کئے ہیں۔ جتنے لوگ بھی ہمارے اس وقت لیڈر ہیں اگر اخبارات روزانہ coverage نہ دیں تو ایسا خلاء ہوگا کہ لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلے گا۔ جہاں تک سرکاری ذرائع ابلاغ کا ہے پاکستان ٹائمز ملک کا سب سے بڑا اخبار ہے اس کی اشاعت کا ایسا تھا کہ ڈان اور پاکستان ٹائمز دونوں برابر درجے کے چلتے تھے۔ لیکن آج حشر یہ ہے کہ صرف سرکار کی وجہ سے، اور اے پی پی یعنی Associated Press of Pakistan اس کی بنیاد رکھی ہمارے تاج صاحب نے ہندوستان سے مختلف ایجنسیوں سے انہوں نے سیکھا اور پاکستان آکر ایک نئی ایجنسی، ان کو ملی مشکلات کا بھی سامنا کیا، ایسے ایسے journalist پیدا کئے کہ وہ دنیا کے فرسٹ کلاس جرنلسٹوں کے برابر ہیں لیکن ایک پیپلز پارٹی کی حکومت نے جب کنٹرول لیا---- اب حکومت کا ایک عجیب سا مسئلہ ہے جو بھی حکومت آتی ہے اعلان یہ کرتی ہے الیکشن سے پہلے کہ اس کو ہم آزاد کریں گے۔ جب حکومت آجاتی ہے ان کو suit کرنے لگتا ہے۔ آج APP کو کیا دے رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے دو کروڑ دو کروڑ۔ اس وقت دنیا میں کہیں full time journalists نہیں۔ روس کا پورا نظام تباہ ہو گیا ایٹم بم بھی تھے ان کے پاس MT ballistic missiles بھی تھے۔ کوئی چیز استعمال نہیں ہوسکی پورا ملک collapse ہو گیا اور وہ shock کہ ان کے ساتھ ہوا گیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ پریس کے سلسلے میں کسی بھی حکومت نے کبھی کوئی serious effort ہی نہیں کی۔ آج آپ کے ملک میں یہ ہو رہا ہے کہ جہاں پریس اتچی تھے ان کو آپ نے کم کر دیا ہے۔ آپ نے اپنی information service جس کا ایک ملک میں مقابلہ سے سلیکشن ہوتا ہے جس طرح CSP کا لیکن چونکہ CSP اور پولیس سروس اور اب تو فارن سروس بھی چار ہو گئی ہے ورنہ دنیا میں پاکستان میں بھی فارن سروس کو بڑی عزت دے دیکھا جاتا تھا ہوا یہ ہے کہ اب انفارمیشن میں لوگ آتے ہی نہیں ہیں اور جو لوگ اس وقت ہیں ان کی بھی حق تلفی اس طرح ہو

رہی ہے ان جگہوں پر باہر سے آپ لوگ لے لیں گے تو ہوا یہ ہے کہ انفارمیشن کی پالیسی اس وقت نہایت مضحکہ خیز ہے۔ کوئی پالیسی نہیں ہے۔ پالیسی کے ہونے کے باوجود بھی کبھی اس پر کوئی عمل در آمد نہیں ہوا۔ نیوز پرنٹ پر کنٹرول پچھلی حکومت نے کم کیا لیکن کیا اس میں 50 فیصد کی ڈیوٹی لگے گی۔ آپ دنیا میں دیکھیں کہ اخبارات کتنے مہنگے ہوگئے ہیں میں کہتا ہوں کہ ہمارے readers کا کوئی اس وقت forum پاکستان میں نہیں readers کا کوئی نمائندہ نہیں ہے۔ یہ پانچ روپے میں اخبار بک رہا ہے اور لوگ مجبور ہیں۔ اس لئے کہ کوئی ایسا ذریعہ ہے ہی نہیں کہ لوگ یقین کر سکیں۔ اخبارات ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کو لوگ اپنی شکایت کے لئے اپنے مطالبے کے لئے اور دنیا کی خبروں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اب جو وبا آئی ہے وہ وبا تو نہیں ہے آج تو دنیا سمٹ گئی ہے اب آپ بتائیں کہ آپ کا بی بی سی آپ کا سی این این اب تو لوگ یہ بھی آپس میں موازنہ کرنے لگے ہیں کہ بی بی سی زیادہ بولتا ہے یا کہ سی این این۔ لوگ اب بھی بی بی سی کو دیکھیں گے سی این این کو نہیں دیکھیں گے۔ دنیا میں تو آپ نے اپنی پی ٹی وی کو یرغمال کیا ہوا ہے۔ آپ جب تک اس کو پارلیمنٹ کی انفارمیشن کی کمیٹیوں کے کنٹرول میں نہیں دیں گے کبھی نہیں ہوگا ۔ اس لئے کہ وہ آزادی ان کو نہیں ہوگی اور جو بھی صاحب اقتدار آئے گا خواہ کسی بھی پارٹی کا ہو یہی کرے گا کہ کم از کم دست بستہ والی حالت ہو۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ اس وقت آپ کی credibility کا عالم زیرو پوائنٹ ہے۔ اس لئے کہ آپ وہ چیز دے ہی نہیں سکتے۔ وہاں جو کارکن ہیں میرا خیال ہے کہ بڑے اعلیٰ اور ماہر لوگ ہیں اور بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ مجبور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے حالات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید فلاں حکومت ایسا کرتی ہے جب اپنی حکومت آئی اس کے ساتھ بھی یہی حشر دیکھا اس نے بھی وہی کیا جو پہلے کرتے تھے۔ اب جو آئی یہ عجیب خفیہ ہاتھ رہا ہے کہ یہ خبر دے دیں یا نہ دیں۔ اور فیصلہ بعد میں ہوتا ہے جب وقوع پزیر ہو جائے اور ایک دو چیزوں میں آپ کو risk نہیں جو حقیقت حال ملک میں ہے وہ آپ اپنے لوگوں سے کیوں چھپاتے ہیں عجیب چیز ہے ملک پاکستان میں کہ اس وقت آپ آل انڈیا ریڈیو کو دیکھیں آپ دوسرے ملکوں کے ریڈیو دیکھیں انہوں نے بھی بڑی پابندیاں لگائی ہوئی تھیں۔ لیکن اب وہ پابندیاں ان سے بھی ختم ہو رہی ہیں۔ پنجاب میں جو جھگڑے ہیں آپ دیکھیں دور درشن دونوں point of view دینے لگے ہیں تاکہ لوگ judgement کرسکیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ اس طرح سے خود ہی مادر و پدر آزادی کی بات کریں

لیکن کم از کم جو norms ہیں اور ابھی جہاں تک فحاشی کا معاملہ ہے اس پر کوئی کنٹرول نہیں ہے اس لئے کہ کوئی political will نہیں ہے اس کے لئے ہمیشہ آپ کو یہ کوشش کرنی پڑے گی کہ کنٹرول رکھا جائے۔ اور advertisement کو میرٹ پر چھوڑ دیں۔

ٹھیک ہے اس میں علاقائی اخبارات کا تعلق ہے اور زبانوں کے ساتھ اتنا غلط ، غیر ہمدردانہ سلوک ہے کہ میں کہتا ہوں کہ علاقائی زبانیں نہیں ہیں اس ملک کی ہماری قومی زبان اردو ہے۔ اب دیکھیئے انگریزی زبان قومی زبان تو نہیں ہے لیکن اس کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ٹیکنیکل زبان ہوگئی ہے لیکن جو علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں ان کو بری طرح مجروح کیا گیا ہے نہ کوئی پشتو کی طرف خیال ہے نہ کوئی بلوچی کی طرف نہ بروہی کی طرف اور نہ سرائیکی کی طرف اور کچھ ایسی زبانیں ہیں جن کے اندر بڑی تازگی افادیت ہے ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ اپنی زبانوں کے لئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اندر یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ہندوستان کے اندر جتنی بھی علاقائی زبانیں ہیں۔ ان کا weightage 1-6 کر دیا ہے اگر ایک پرچہ دہلی میں آتا ہے اور اس کی اشاعت بیس ہزار ہے اور وہ ہندی کے ایک لاکھ کے برابر ہے یہ اس لئے کہ اس کا بیس ہزار جو ہے وہ ہندی زبان کے زیر اثر ہے۔ میں نہیں کہتا کہ ضرور حکومت کرے لیکن جو بھی ہمارے اس وقت اخبارات آئے ہیں۔ ان کے لئے اشاعت بڑھانا مشکل ہو گیا ہے اور ان کو اگر حکومت کی طرف سے کم از کم جس طرح آپ نے کوٹہ سسٹم کیا ہے، آپ نے کوٹہ کیوں کیا ہے ملازمتوں کا ، اس لئے کہ بعض صوبوں میں انگریزوں نے ایک پالیسی کے تحت لوگوں کو ایجوکیشن سے دور رکھا تھا ان کو وہ وسائل مہیا نہیں کئے گئے تھے میں نہیں چاہتا کہ کوٹہ ہو۔ میرٹ پر ہو لیکن جب اس علاقے کے لوگوں کو مقابلے کی سطح پر نہیں لائیں گے تو وہ پاکستان کے رہنے والے ہیں یہ آئین اسی لئے تحفظ کرتا ہے کہ اس کا کوٹہ ہونا چاہیئے میں سمجھتا ہوں کہ ان زبانوں کو عام کرنے کے لئے ان کو بہتر بنانے کے لئے کم از کم حکومت اس کا نوٹس ضرور لے اور جب آپ نے تمام فیصلے کر لئے ہیں جن پر آئینی طور پر یہاں بحث ہونی چاہیئے اور آپ صرف زبان کے لئے یہ؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی تعصب نہیں پھیلتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو بیمار ذہن ہے وہ سوچتا ہوگا ورنہ کسی زبان کا کسی زبان سے ٹکراؤ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، آپ اب وائنڈ اپ کریں۔

سید فصیح اقبال، میں کر رہا ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے اس سلسلے میں کئی مرتبہ اپنی حکومت سے رجوع کیا ہے اس سے پہلے کی حکومتوں نے ایوب صاحب کی حکومت میں ایک ایڈوائزری کونسل ہوا کرتی تھی اگرچہ وہ برائے نام تھی لیکن ہر سہ ماہی اس کی ملاقات ہوتی تھی اب یہ ہوا ہے کہ جب سے ہماری جمہوری حکومتیں آئی ہیں ان میں ایڈوائزری کمیٹی کا کوئی نام نہیں ہے اس میں پروفیسر لیکچرر، آپ کے دانشور، جج صاحبان، ریٹائرڈ اس میں تمام طبقوں کے لوگ ہوتے تھے اس میں ہر تین ماہ کے بعد ایسی ڈسکشن ہوتی تھی جس سے خامیاں حکومت کو معلوم ہوجاتی تھیں۔ اور اس وقت کوئی بھی حکومت اپنی خامیاں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور عجیب مجبوری ہے ہمارے وزراء کو چونکہ یہاں پر ابھی انفارمیشن منسٹر نہیں ہے۔ جو جواب آئے گا اس پر وہی لکھا ہوا ہوگا۔ جو دس سال پہلے آتا تھا صرف الفاظ بدل دیں گے سن بدل دیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی زیادتی ہے۔

اس ملک میں کوئی پریس کوڈ نہیں ہے ایوب خان کے دور میں ایک پریس کوڈ تھا اور اس میں ایک ریٹائرڈ چیف جسٹس اس کے چیئرمین تھے اس میں ہماری تنظیموں کے ممبر اور کچھ نامور ایڈیٹر اس کے ممبر ہوتے تھے اور آپ نے جب اس چیز کو بند کیا تو اس سے پاکستان بھر کے اخباروں کی ہڑتال ہوئی اور جب اس میں فریق بن کر حکومت گئی تو شکست کھا گئی۔ نواب کالا باغ مرحوم ہمارے یہاں گورنر تھے انہوں نے کہا کہ بھئی یہاں ہم ایسا کام نہیں چلنے دیں گے اگر یہ کام ہوگا تو ایسٹ پاکستان میں ہوگا۔ آپ اندازہ کریں کہ یہ کوئی بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ جو قانون ملک کے لئے بناؤ وہ ملک کے دونوں حصوں پر لاگو ہوگا اور یہ ایک تحریک چلی اور کامیاب ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کام ہمارے اخبارات کے بارے میں فائدہ مند تھا وہ بھی حکومت آج کے جمہوری دور میں بالکل ختم کرچکی ہے تو سب سے پہلے پریس کانفرنس یا پریس کوڈ بنایا جائے ہمارے قریبی ملک ہندوستان اور نیپال میں ایک پریس کمیٹی ہے حکومت کی اگر آپ ایک پریس کانفرنس پارلیمنٹ کے تحت بنائیں گے تو اس کی قدرو قیمت ہوگی ہم نے ازخود ایک کوڈ بنایا ہمارے جج ہوئے ذکی الدین پال صاحب جو ہمارے یہاں ایک سینیٹر ہیں لیکن کیا ہوا حکومت نے کہا کہ نہیں صاحب یہ آپ کا اپنا معاملہ ہے۔ بھائی آپ بھی تو فریق ہیں۔ اگر حکومت کو کوئی شکایت ہے اس طرح سے تو قاری کو بھی شکایت ہوسکتی ہے وہ کہاں جائے یہاں پر یہ ضروری ہے کہ حکومت پریس کوڈ کا اعلان کرے اور بغیر تنظیموں اور حکومت کے یہ کام

چلے گا نہیں۔ لیکن حکومت ان چیزوں سے بالکل آنکھ بند کئے ہوئے ہے اور آپ نے دیکھا کہ بعض اوقات اگر غیر ذمہ دارانہ چیزیں آجاتی ہیں اس لئے کہ کوئی ترجمان نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آپ وائنڈ اپ کریں۔

سید فصیح اقبال: آپ کا ڈپٹی کمشنر بھی پریس کانفرنس کرتا ہے اگر آپ رول آف بزنس میں دیکھیں تو جوائنٹ سیکرٹری سے کم کوئی آدمی ترجمان نہیں ہوسکتا اور اب یہ عالم ہے ٹیلی ویژن کا کہ اگر ایک سپاہی نے کوئی چیز پکڑ لی تو اس کی بھی تصویر ٹیلی ویژن پر آرہی ہے ہم نے کیا مذاق بنایا ہوا ہے۔ ٹیلی ویژن میں جب کوئی بھی پاکستان میں جب فارن آفس میں جو بریفنگ ہوتی ہے وہ ٹی وی پر آئے تو اس کا فائدہ ہے کہ فلاں شخص فلاں ایڈیشنل سیکرٹری پاکستان کا ترجمان ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ہر منسٹری میں ہر ڈویژن میں ہر ڈپٹی سیکرٹری جس نے بھی چاہا بیان دے دیا کوئی بھی روک ٹوک نہیں ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ پھر ایسی فضاء میں پھر اس قسم کے لوگ ایسے کام کر سکتے ہیں جو حکومت کے مفادات کے خلاف ہوں بلکہ ملک کے مفادات کے خلاف ہوں۔ حکومت کا مفاد تو یہ ہے کہ کوئی چیز ان کے خلاف نہ چھپے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوئی جمہوری حکومت بغیر تنقید کے نہیں چل سکتی اور تعمیری تنقید کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ جب غلط چیزیں آئیں گی تو لوگوں کو پتا ہوگا کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اب آپ وائنڈ اپ کریں۔

سید فصیح اقبال: جہاں تک تعلق ہے پارلیمنٹری کمیٹی کا ہمارے پاس سینٹ کی کمیٹی ہے اور نیشنل اسمبلی میں بھی ہے۔ دونوں کی جوائنٹ کمیٹی ہونی چاہیئے۔ اس قسم کا بل لایا جائے اور حکومت کی طرف سے لایا جائے ہم بھی دے سکتے ہیں لیکن چونکہ ہمارا بل آئے گا تو دس سال کے بعد اس وقت کوئی کارروائی ہوگی تو بہتر یہ ہے کہ حکومت پی ٹی وی اور ریڈیو کو ریگولیٹ کرنے کے لئے بل لائے تاکہ وہ آزادانہ کام کرسکیں اور ان کی budgetory چیزوں کو ہم دیکھ سکیں یہ نہ ہو کہ حکومت اپنے پراپیگنڈے کے لئے کروڑوں روپے خرچ کردے۔

جہاں عوامی مسئلے ہیں۔ ابھی دیکھیئے تمام صوبوں کا مسئلہ ہے میرے صوبے کی جب خبر آتی ہے تو ہمیں نمبر 4 کیوں رکھا جاتا ہے خبر کی اہمیت کے لحاظ سے میرا صوبہ آنا چاہیئے۔ اب

ہوتا کیا ہے کہ میں نے اپنے پی ٹی وی کو کہا کہ اگر کوئی خبر ایسی ملے کہ اس کو نمبر 1 ہونا چاہیئے۔ یہ ضروری ہے کہ وہاں کی نمبر ون خبر بھی نمبر 4 پر آئے۔ یہ بڑی غلط روایت ہے۔ خبر تو اہمیت، افادیت کے لحاظ سے آنی چاہیئے ایسے بہت سے موضوع ہیں جن کو ہم کمیٹی کے ذریعے حل کریں گے لیکن حکومت کا فرض ہے کہ اس کو پارلیمنٹ کے تحت رکھیں تاکہ اس کا جمہوری عمل بھی ہو اور آئے دن جو یہ اخبارات نکالتے ہیں اس سے یہ بچ جائیں نیوز پرنٹ کو آزاد کریں اس کا ٹیکس ختم کریں۔ اب آپ اندازہ کریں یہ ان کے لئے نہیں ہے۔ اقراء ٹیکس جس کے لئے بنا تھا۔ سرتاج عزیز صاحب بیٹھے ہیں وہ کہیں کہ نہیں یہ جو آپ نے ایجوکیشن کے لئے ٹیکس لگایا تھا یہ صرف ایجوکیشن کے اوپر خرچ ہوگا۔ انہوں نے اپنا بجٹ بتادیا کہ ہم نے اے ڈی پی میں چار گنا خرچ کیا ہے لہذا وہ پیسہ ہمارا ہے۔ اشتہارات پر آپ نے قدغن لگادی اور اس ملک کے ایمج کو بڑھانے کے لئے کسی بھی صوبائی حکومت کے ساتھ آپ کا کوئی رابطہ نہیں ہے اور یہ ہی وجہ ہے کہ صوبے انفارمیشن کے سلسلے میں مرکز کے محتاج ہوگئے ہیں۔

ہمارا صوبہ بھی اپنے فیصلے کرسکتا ہے لیکن چونکہ declaration ایک چیز بن چکی ہے اس کی آزادی سے آپ نے دیکھا جتنے اخبارات ہیں ہا/اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے جو لوگ جواب دے رہے ہیں۔ وہ ان چیزوں کا خیال رکھیں گے اس کا حل ہی یہی ہے کہ آپ اس کو پارلیمنٹ کی کمیٹی کے کنٹرول میں دیں اور جو آپ اے پی پی کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اے پی پی کا یہ عالم ہے۔ دہلی ٹوکیو مصر دنیا کے جو آٹھ دس اہم سنٹر ہیں۔ وہاں آپ کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہاں اپنا کوئی نمائندہ رکھیں وسائل ہیں آپ کے پاس پاکستان کے پاس بڑے وسائل ہیں لیکن آپ نے non-productive چیزوں میں تو اربوں روپے لگائے ہیں۔ لیکن جہاں آپ کو لگانا چاہیئے، جہاں ملک کی تشہیر ہونی چاہیئے وہاں پریس اتاشی بھی ہونے چاہیئں۔ Caretaker Government کو بھی آئینی حق نہیں تھا انہوں نے کئی دفاتر بند کرا دیئے۔ کسی حکومت کو کسی پریس کونسلر سے شکایت ہوئی اس کا دفتر ہی بند کردیا۔ بھئی آپ اس آدمی کو تبدیل کریں بڑے اچھے اچھے لوگ ہیں۔ اگر آپ نے اسی طرح سے کیا تو پھر یہ ملک کی کیا تشہیر ہوگی اور آپ کا باقاعدہ ایک تشخص ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اپنے پڑوسی ملکوں سے سیکھیںکہ وہ اپنی غربت میں کیسے رہ رہے ہیں اور آپ اپنی خوشحالی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں information policy کے سلسلے میں کمیٹی سے رابطہ رکھیں اور یہ پریس کوڈ بھی

بنائیں اور اس سلسلے میں پریس کو مکمل آزاد کریں۔

جناب چیئرمین، شکریہ جی۔ اور بھی کوئی بولنا چاہتے ہیں۔ یوسف شاہین آپ بولنا چاہیں گے اس پر۔ اور بھی کوئی ہے۔ تو کوئی نہیں ہے۔ اچھا جی تو پھر تھوڑا سا بول لیں یوسف شاہین صاحب۔

(مداخلت)

جناب یوسف شاہین داؤد پوتا، نہیں پلیز جس media information کی بات ہو رہی ہے۔ میں تھوڑی سی بات کروں گا جو ضروری ہے-----

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے اب کافی ہوگیا۔ جی جناب لیڈر آف دی ہاؤس' جناب ملک قاسم صاحب۔

Malik Muhammad Qasim: Thank you Mr. Chairman. Sir, I have been listening to the speeches today as well as when this matter came up last time. I must say that very good suggestions have been given and the criticism which was carried out is, I would say, a valid criticism also. But one thing I must say and I wish that my friends sitting on the other side should have appreciated and should have conceded. Even the Speaker, who preceded me, he should have also conceded since this Government has come into power, i.e. the present Government, it has given full freedom of press. There is criticism in the newspapers and there is such criticism, which I am sure, any other government would have never tolerated. They would not find that any action, I mean no action, has been taken. Not that we are proud of that no action should be taken, it is our duty that no action should be taken if the government is criticised. But when I was referring to criticism, even in personal matters criticism has been made and nobody has taken any action. There is complete freedom of Press in the country. And as far as the other media is concerned, for that matter the

Press, which is under the control of the Government, I have never found in the past, may be that something might have been allowed and I remember it was said that nothing can come on the TV until and unless it is either allowed by the government or the Leader of the Opposition was given some time. Whereas, Sir, now you will find that all the leaders of the political parties and even those who are not elected or who do not represent people in the National Assembly or for that matter in the Senate, even they get enough time on the TV and the Radio. And whatever they say or whatever their meetings are or whatever they want that it should be broadcast, it is usually done. I quite agree that the government of the day gets more time. There is no doubt about it. It is no use denying it, that it is proportionately given or anything like that. That is a fact. Even those things come on the Radio and TV which are the cause of criticism of the government and government's policy and nobody stops them. I am very happy to announce and to say this thing that this government has not gone into ' Press Advice'. So far, they have not done anything on the basis of which it can be alleged that the method of 'Press Advice' has been adopted by this government as has been done in the past.

So Sir, I assure my friends that whatever has been suggested particularly by the Chairman of the Information Committee, I am told, I am not very sure about it, I am told that a certain report was submitted to the government, to the previous government, I think, and I assure him and I assure the House that that report shall be taken into consideration when the policy of information media is changed, and things would be adopted which can be adopted, as far as the policy is concerned. And I agree that all of them, who have talked about the sacrifices of the journalists, bringing democratic norms in

the country, and I feel proud to day that there are many journalists in this country whose services were terminated because they worked against the Martial Law and they wanted a government under the Constitution, they wanted elections under the Constitution. Not only that their services were terminated, they were given lashes and they were also sentenced. Their services were terminated and it is not only in the last Martial Law but even before whenever any government has taken any harsh measure, I am referring to the last Martial Law, for this reason that it was at that time that they they were given such punishment which I am referring to. Otherwise, the newspapers even have played a very important role may be one newspaper, may be two newspapers even in the creation of this country. As far as 'Dawn' is concerned or for that matter I am talking of 'Nawa-e-waqt' of 1947. As far as 'Nawa-e-waqt' is concerned and the other newspapers of earlier period, they have been doing and they have always been making sacrificies. And they have as much a share in all this what the other people, whether the political wor'.ers or political leadership or anybody else for that matter, has done for the creation of this country or for the bringing in of democratic traditions within the country.

Sir, many things had been pointed out for example, I also agree, it was said, I also feel;

'کہ باپ کی غلطی یا والدین کی غلطی۔ حافظ صاحب نے کہا کہ والدین کی نادانیاں'

I quite agree, I also feel that such words should not be used but speaking from the freedom of point of view of the Press, from the freedom of media's point of view, it should not be done, but talking from freedom's point of view one has to appreciate that even government has not interfered in that matter also. But there should be a control on that. But when we talk of controlling,

فحاشی،

Sir, what I am findingon the TV at least, and I am talking of TV like CNN and all those such things are blacked out which should not be blacked out, rather, we go beyond that you may call it censor.

جناب چیئرمین: جب بلیک آؤٹ ہوتا ہے تو آپ کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ اس میں کیا ہے؟

ملک محمد قاسم: جناب اس کو اگر آپ کالا کپڑا لگا کر، آگے لگائیں تو سب کچھ بیچ میں سے نظر آتا ہے۔ I am telling you on the basis of personal exprrience.

جناب چیئرمین: کالا کپڑا لگاتے ہیں۔

ملک محمد قاسم: میں نے تو کالے کپڑا کا ہی سنا ہے اور کالا کپڑا ہی لگا یا اس میں سے نظر آتا ہے۔

My frieds say that it is a white cloth. Everybody has been trying whether white or black, but I did not say that. That is a bit too much, that should not be done, I am just referring to it. But I want to say one thing here that I agree that as far as TV is concerned or as far as Radio is concerned, at least, we said, when we were in the Opposition we definitely said that we are not projected on that. I am not saying that you were opposed to it. I am not saying that because we wanted that we should be projected and we were not being projected. If we do the same, and we act in the same manner it has been apprehended by my friends, I assure them that this would not happen. I assure them that there will be no such thing, as has been suggested by my friends, we will try our level best to adopt Press Code as sort of some Press Advisory Council and all that we will take CPNE, we will take the privileges, all the journalists and every body into confidence and we will. I think it is possible and I am not using the word as soon as possible, we

will try our level best that it should be done in a very reasonable time, a thing which has not been done in 50 or 45 years, it can be done now in 3 or 4 or 5 months, I think that would be appreciated. I can add to that, Sir, we will try our level best that all the grievances, which both the sides may be having, the government may also be having grievances, but I do want to point out because we do find in the newspapers allegations against each other. I am not taking any side, Sir, we are talking on a national issue, whic is totally baseless sometimes. That has to be taken into consideration and it cannot be done by the policies of the Government if the Government starts interfering then that it shall be thought and it shall be alleged that they are controlling the press, there is no freedom of press that is what would be said. As it has been said, even last time a privilege motion was sent to the Privilege Committee, and it is said that the freedom of press has been curbed, there are allegations sometimes which do not exist at all, which are not there at all, but the things are said that is not fair. I am one of those who consider corruption as the number 1 problem of the country, but to make an allegation and then which cannot be proved or to make it false and baseless allegation, I would rather go for that there should be certain code on the basis of which there may be many laws and many things for which one can go for damages or which one can do, but there should be a certain code on the basis of which something can be done by the journalist's unions or otherwise by the newspapers themselves that if a false allegation is made and typically about the corruption which is one of the biggest problem faced by this country. They should see that it has a proof and if it cannot be proved then that person, who had given that information, should be punished, because there cannot be a bigger allegation or a bigger suffering for a person who is innocent and if it is said that

if it is alleged or if it is an allegation made that the man is corrupt, there cannot be a bigger allegation than that, when we make baseless allegations, then you are actually guilty when you talk to the innocent people.

In the same manner, Sir, now that the freedom of the press is there, but the Journalist should also see that what they are doing. Then Sir, I have also talked to some intellectuals corruption on the one hand, as it has been alleged clearly and I say validly alleged that when we are in the Opposition, we say something else and we feel something else and when we are in the Government we feel other way round, just the opposite way. In the same manner, sometimes we find that the same people who write they justify certain things. I mean, I know people who used to criticise Ayub Khan's period, Ayub Khan's Martial Law or for that matter even the Constitution of 1962 and I found that they had written volumes in favour of another Martial Law which was being opposed by us or by somebody else and then the same people, the same media, and I am not talking of the government controlled media, but I am talking of free media, the private media, there they have nothing to do with the government, that media which criticised that government or for that matter even an elected government if they passed in the law which was not liked by the people, that media justified all that what was done under later's dictatorship......

(interruption)

Malik Muhammad Qasim: I am finishing, I am finishing. Those doubled standards must go and this is intellectuals' corruption which has to go, that must end. I think and I sincerely hope that the media people will take some action on that and I promise, Sir, that on behalf of the Government that it shall form, it shall take into consideration both the Committee in the National

Assembly as well as the Senate Committee and any other suggestions which are given so that there should be a complete freedom of press and also that the media should also be controlled in a manner so that everybody is benefited from it and the country also.

CALL ATTENTION NOTICE RE: ABDUCTION OF CIVIL SERVANTS

جناب چیئرمین: جی کال اٹینشن نوٹس حافظ حسین احمد صاحب، آپ کا اور عبدالرحیم صاحب کا، یہ ذرا آپ پڑھ دیں۔

حافظ حسین احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔

یہ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے لئے انتہائی باعث شرم ہے کہ ہم ایک طرف تو صومالیہ میں فوج بھیج رہے ہیں لیکن ہمارے اپنے ملک کے شہر محفوظ نہیں ہیں۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس کے بارے میں ہم نے کال اٹینشن نوٹس دیا ہے۔ اس میں بات یہ ہے کہ بی ڈی اے بلوچستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے تقریباً سات ملازمین، جن کے نام محمد اکرم، عطاء اللہ، غلام محمد، محمد زمان، ریاض احمد، محمد عاصم وغیرہ ہیں۔ ان کو آج سے ۹ ماہ قبل عبدالسلام واسطی نامی شخص اغواء کرکے افغانستان لے گیا، اب جہاں تک مسئلے کا تعلق ہے عبدالسلام کون ہے؟ اور وجہ تنازعہ کیا ہے؟ اس کے بارے میں مندوخیل صاحب نے بھی اپنی تقریر میں بات کی تھی کہ ہماری حکومت جس طرح وہاں پر امریکی سامراج کے لئے خدمات سر انجام دے رہی ہے کہ عبدالسلام واسطی سے وہ سٹینگر میزائل خریدنا چاہتے تھے اس بارے میں انہوں نے اس کے ساتھ معاہدہ کیا لیکن معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے ۔ اس لئے عبدالسلام نے یرغمال کے طور پر پہلے فرنٹیئر کور کے کچھ نوجوانوں سے ان کے ہتھیار چھینے اور ان کو اغوا کیا اور اس کے بعد اب سات ملازمین کو، اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ بیچارے تمام کے تمام ملازمین--------یہ پارلیمانی وزیر ہیں جی۔ یہ سات کے سات ملازمین اس وقت اپنی سرکاری ڈیوٹی پر تھے۔ ایک صوبائی وزیر کے لئے، ان کے ایک منصوبے میں وہ جا کر کام کر رہے تھے۔

(اس موقع پر جناب وسیم سجاد صاحب کی بجائے ملک محمد حیات صاحب نے کرسی صدارت سنبھالی)

حافظ حسین احمد: جناب چیئرمین صاحب میں گزارش کر رہا تھا کہ یہ سات افراد جو سرکاری ملازمین ہیں اور اس وقت بھی وہ اپنے سرکاری فرائض سر انجام دے رہے تھے، اس دوران انہیں اغوا کیا گیا۔ لیکن اس لئے نو ماہ گزر چکے ہیں آج، سات ماہ سے تو گھروں میں ماتم برپا ہے اور وہ بے چارے سوگ میں ہیں، انہیں پتہ نہیں ہے کہ ہمارے کمانے والے افراد اس وقت کس حالت میں ہیں لیکن ان کا قصور یہ ہے کہ ان میں سے بعض قلی ہیں، بعض مالی، بعض جو ہیں helpers ہیں اور بعض جو ہیں ڈرائیورز ہیں۔ اگر ان میں کوئی ڈپٹی کمشنر ہوتا، اس میں کوئی کمشنر ہوتا یا کوئی سینیٹر، قومی اسمبلی کا ممبر یا خدا کرتا کوئی منسٹر ہوتا تو یقیناً جناب چیئرمین صاحب اس وقت پوری حکومت کی مشینری حرکت میں آتی اور فوری طور پر انہیں بازیاب کیا جاتا۔ قصور ان کا کچھ بھی نہیں، یہ اپنے سرکاری فرائض سر انجام دے رہے تھے لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ مرکزی حکومت اس مسئلے کو صوبائی حکومت پر ڈالتی ہے۔ صوبائی حکومت کہتی ہے کہ جناب چونکہ بارڈر پار ہو چکے ہیں اس لئے ہمارا کوئی مسئلہ نہیں ہے، مرکزی حکومت کا مسئلہ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جناب 9 ماہ قبل اغوا ہونے والے افراد کو آج تک بازیاب نہیں کرایا جاسکا اور نہ ان کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش کی گئی۔ عجیب بات ہے جناب چیئرمین کہ بلوچستان میں جو کہ قبائلی ایریا ہے اور بلوچ ایریا ہو یا پشتون ایریا دونوں طرف مختلف بین الاقوامی سرحدیں ملتی ہیں اب وہاں پر یہ معمول بن گیا ہے کہ جس کا بھی حکومت سے جھگڑا ہو وہ غریب شہریوں کو یا وہاں کے نچلے درجے کے ملازمین کو اغوا کرکے جا کر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے بعد حکومت سے اپنے مطالبات اور شرائط منواتا ہے۔ یعنی حالت یہ ہے کہ اس سے پہلے فرنٹیئر کور کے نوجوان شہر کے اندر داخل ہوتے ہیں اور پردہ دار گھروں میں گھس کر امریکہ کی خوشنودی کے لئے عامل کانسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آج ہمارے سات غریب ملازم جو ہیں وہ 9 ماہ سے اغوا ہو چکے ہیں اور ان کا کوئی پتہ نہیں اور حکومت کے کان پر جوں تک بھی نہیں رینگتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب اس وقت یہ افراد ڈیوٹی پر تھے اور سرکاری ملازمین ہیں اور ان کو اغوا کیا گیا ہے اور 9 ماہ سے ان کا کوئی اتا پتا نہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ فوری طور پر حکومت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کم از کم ہمیں، عوام کو تو گولی ماریں لیکن کم از کم سرکاری ملازموں کا تحفظ کریں۔ شکریہ۔

جناب پریزائڈنگ آفیسر: مندوخیل صاحب!

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ جناب چیئرمین میرا کال اٹینشن موشن ہے۔ میں حافظ صاحب کی تائید کرتا ہوں۔ اس میں جناب والا! اصل واقعہ یہ ہے کہ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری حکومت کے جو ادارے ہیں ملیشیا والے، فرنٹیئر فورس والے، فرنٹیر کور والے یہ تمام جو اس دن بھی میں نے عرض کیا لیکن یہاں میں particular Call Attention کے حوالے سے بات کر رہا ہوں یہ تمام مسائل ان کے created ہیں۔ عبدالسلام واسطی بالخصوص یہاں اس کا ذکر ضروری ہے۔ ایک تو ان کو شاید جناب وزیر داخلہ یا کوئی اور کہے کہ یہ صوبائی معاملہ ہے لیکن یہ صوبائی اپنے طور پر لیکن اس میں ملیشیا involve ہے۔ اس لئے یہ فیڈرل معاملہ ہے۔ عبدالسلام واسطی جس طرح انہوں نے امریکہ نے افغانستان کی قانونی حکومت کو ختم کرانے کے لئے سٹنگر میزائل دیئے۔ اب ان سٹنگر میزائل سے امریکہ کا خود بھی نقصان ہو رہا ہے تو وہ ابھی سٹنگر میزائل واپس خرید رہے ہیں یا recover کر رہے ہیں۔ تو ہوا یہ کہ سلام کے ساتھ انہوں نے ایک معاہدہ کیا اور اس میں یہ میزائل تین یا چار انہوں نے کوئی آپ سمجھیں ایک عدد وہ ایک کروڑ یا ڈیڑھ کروڑ روپے میں ان کا ایگریمنٹ ہوا جب انہیں معلوم ہوا کہ فلاں جگہ بلکہ انہوں نے یہ کہہ دیا (فرنٹیئر کور والوں نے) کہ آپ وہ ذرا پہنچا دیں فلاں جگہ تک، انہوں نے بتا دیا کہ ہم کل حوالے کریں گے تو ملیشیا نے چھاپا مارا اور اخباروں میں بھی نیوز دے دی کہ چھاپہ ہے اور یہ جو ہے ہم نے اسلحہ recover کیا اور سٹنگر میزائل۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ان کا باہمی ایگریمنٹ تھا اور وہ جو کچھ سٹنگر میزائل تھے انہوں نے وہاں دینے تھے لیکن پیسہ لینا ہے۔ اس کے رد عمل میں سلام نے ملیشیا والوں کو کوئی تیس سے زیادہ dis-arm کرکے اپنے ساتھ رکھا۔ بعد میں یہ مسئلہ ایسے بنا کہ اس کو بہانہ بنا کر ایک ذریعہ بنا کر یہ وہاں کی گورنمنٹ نے اور پولیٹیکل ایجنٹ نے جب ہمارے اور لوگ اس میں صلح کرانے کے لئے وہ آئے، آگے انہوں نے قبائل کو کہا کہ آپ لڑیں سلام کے ساتھ۔ اب تک یہ مسئلہ ایسا ہے یہ بالکل اب بھی سلام کا مطالبہ ہے کہ مجھے اپنے پیسے آپ حوالے کریں اور اس کے علاوہ میرے گھر پر جو آپ نے حملہ کیا جو تقریباً چار پانچ بچے اور عورتیں جنہوں نے resist کیا اس دوران میں اس کے خاندان والے زخمی بھی ہوئے اس کا بھی میرے ساتھ انصاف کیا جائے یعنی ایک باقاعدہ ایک حساب ہے ان کا اس حوالے سے انہوں

نے وعدہ خلافی کی ہے۔ یہاں ہم یہ توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ آپ مہربانی کریں ہمارے مسائل کو صرف وہ اپنے on the face of the book نہ پڑھیں۔ ابھی مجھے کہنا ہے کہ گلستان میں جب ہمارے خلاف لڑائی ہوئی اور جب ہم پر حملہ ہوتا ہے گلستان میں اور آپ ہر روز اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ گلستان میں لڑائی شروع ہے۔ آپ جائیں چیک کریں۔ کبھی بھی ہم نے حملہ نہیں کیا۔ لیکن جب ہم دفاع کرتے ہیں فرنٹیئر کور والے آتے ہیں بڑے خوش ہوتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر والے لوگ آگئے اب ہمارا دفاع ہوگا۔ جو لوگ ہم پر حملہ کرتے ہیں میں بتا دیتا ہوں وہ لوگ جو آپ کو بھی جانتے ہیں بلکہ یہیں بات کہیں کہ آپ جانتے ہیں گورنمنٹ صوبائی یعنی مرکزی وزیر داخلہ جانتے ہیں اور فرنٹیئر کور والے جانتے ہیں اور ہوم سیکریٹری جانتے ہیں، سنٹرل اور پراونشل کون لوگ ہیں گلستان میں ہیں ملیشیا کیمپ کے ساتھ اور ان کا نام میں بتاتا ہوں، کیونکہ آپ چاہتے ہیں، میں ذرا اب نام بتاتا ہوں، میں نام چھپانا نہیں چاہتا۔ ربی زئی لوگ جو ہمارے ہر روز ہم پر راکٹوں سے حملہ کرتے ہیں، میزائلوں سے حملہ کرتے ہیں جناب جب ہم دفاع کرتے ہیں یہاں فرنٹیئر کور والے آجاتے ہیں۔ بہت اچھا ہم خوش ہوتے ہیں۔ آپ جائیں وہاں ان کے پوسٹس ہیں ملیشیا والوں کے اور پھر ملیشیا والے جناب والا! وہ ان کو کہہ دیتے ہیں جو بالکل غیر قانونی ہم پر حملہ کرتے ہیں، ہمیں قتل کرتے ہیں، ہمارے گھروں کو جلاتے ہیں۔ پھر ان کو راستہ دیتے ہیں کہ جاؤ ابھی کچھ دن پہلے یا ایک مہینہ، دو مہینہ پہلے ہمارے گھروں کو انہوں نے جلایا۔ ملیشیا کی حاضری میں۔ ملیشیا کی conveyance سے۔ بچوں کو ہمارے مارا، گھروں کو جلایا اور جب ہمارے ایک آدمی سے ملیشیا والوں نے پوچھا کہ لڑائی کیسے ہوئی ہمارے آدمی نے ملیشیا ------

(مداخلت)

یہ جناب اہم مسئلہ ہے۔ یہ مجموعی طور پر ہمارے صوبے کا مسئلہ ہے۔ یہ اس موشن کے حوالے سے ہمارے تمام صوبے میں مسئلہ ہے۔ تمام صوبے میں، ہم آپ کی اٹینشن----------

جناب پریزائڈنگ آفیسر: وہ مسئلہ آپ نے بتا دیا ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: مسئلہ یہ ہے جناب والا! کہ گورنمنٹ والے خود ایسا عمل کرتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے علاوہ عام لوگوں کو اس سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً یہ جو میں نے آپ کو مثال دیا یہ جو ابھی

لوگ بی ڈی اے والے ان کے پاس ہیں سلام کے پاس تین چائنہ والے' ----دو۔ ٹھیک ہے۔ آپ سے میں اتفاق کروں گا۔ وہ وہاں کام کے لئے گئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ وہاں اخبار میں ایک کارٹون آیا تھا کہ اگر امریکن ہوتے جیسے کہ مولانا صاحب نے فرمایا عامل کانسی کے پیچھے تو باقاعدہ اداروں نے کوئٹہ میں راتوں رات اپریشن کیا۔ جس کی بھی حکومت ہے میں یہ کہوں گا کہ یہ جو گورنمنٹ ہے' جو ہوم ڈیپارٹمنٹ ہے یہ اصل میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کا مسئلہ ہے۔ اس کا انچارج جو بھی ہو لیکن وہی کام کرتے ہیں خواہ وہ پیپلز پارٹی کی حکومت ہو خواہ وہ مسلم لیگ کی حکومت ہو۔ وہ یہی بات کرتے ہیں۔ ابھی مثلاً کیا رویہ ہے آپ کا۔ آپ کا رویہ یہ ہے کہ کوئی سلام کا مسئلہ نہیں ہے۔ بی ڈی اے والے نہیں ہیں۔ فلاں نہیں ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اس مسئلے کو سنجیدہ لیں اور اس مسئلے میں مہربانی کریں کم از کم اپنے اداروں کو غلط role play کرنے سے منع کریں اور اس مسئلے کو حل کریں۔

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: I think, there is a lot of distortion of facts also in this. Because for one the Frontier Corps is only asked for, when the provincial government asked for its assitance to help the police or the Levies; and that is the only time that the Frontier Corps is commissioned. This is with regard to Hameed Zai incident that he is talking about, and otherwise ask the JUI what happened to them during the by-elections. I do not want to talk on those issues. What their party and party leaders did in that by-elections, I will not speak about it. the other factors about Mullah Rocketi this incident happened in March. They were taken away after that negotiation it was not the provincial government's responsibility, the Federal Government has been negotiating but when the Mullas set down such pre-conditions that they were not acceptable to any sovereign state. He asked for instance, he said that a Jirga should come to him and seek apology. Apart from that, his brother, he said, who is under detention in Balochistan should be released. The three stinger missiles according to his claim allegedly taken from

his house be returned to him and a compensation of 2.1 million be paid and all cases registered against him should be withdrawn. then, what we did was we sought the intercession of the Afghan Government and at the instance of Professor Rabbani, the President. the things have come much nearer now. The last thing that we got through our Ambassador in Kabul. He has been negotiating with Mulla Salam Rocketi that his brother will be released simultaneously with the release of the kidnapped persons. Then, he had demanded 2 million rupees also to be paid and that no Jurga will be sent but only two elders of the area, if possible, two of the persons out of his choice of four will go to collect the kidnapped individuals. Now, we could not accept because he would be paying a man for his crime. So, we said, 'no'. They are not willing to pay the money as far as the other pre-conditions are concerned, we said, 'yes'. The brother will be released silmultaneously. The two individuals will go and that is where the position stands today. Though there are certain elements who say that possibly the 2 millions should be paid but we think that could be just by kidnapping for ransom. And secondly, I feel ashamed of this that in a sense that when we had been contributing so much to the Jehad that the other elements should now be playing this game with the Pakistani elements. There were 14 other prisoners also who had gone purely on a visit to Kabul. They were also taken into custody. It was only a very firm stand by this government that within 6 to 8 hours they were released. Now, this also will be ensured *"Insha Allah"* within the next few days and this will happen because the government has no intention of letting up on their release. And I think this will be sufficient.

پروفیسر خورشید احمد، میں آپ سے درخواست کروں گا کہ چونکہ اب سیشن ختم ہو رہا ہے تو جو آئٹم نمبر 16 ہے یہ نہ ہو جائے بلکہ Next Private Members Day ہے اس میں لے

لیا جائے۔

جناب پریزائڈنگ آفیسر: یہ Interior Minister صاحب کی جو Explanation Clear ہے اور اس موشن کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔

حافظ حسین احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب پریزائڈنگ آفیسر: حافظ صاحب۔

حافظ حسین احمد: جناب گزارش یہ ہے کہ اس Call Attention Notice میں یہ ہے کہ انہوں نے حکومت کا نقطہ نظر بیان کیا ہم نے توجہ دلائی تھی یہ اپنے والے الفاظ اپنے expunge کروائیں۔

جناب پریزائڈنگ آفیسر: سید فضل آغا صاحب، آپ introduce کریں۔

سید محمد فضل آغا: یہ آئٹم نمبر 6 ریزولیوشن ہے جو انڈر رول 194 کے تحت ہے کافی دنوں سے چلا آ رہا ہے میں آپ کا اور ہاؤس کا مشکور ہوں کہ انہوں نے out of turn move کرنے کی اجازت دی،

"I move a Resolution under Rule 194 that this House may discuss the centres of the primary education in the country with particular reference to that of Balochistan Province."

Mr. Presiding Officer: It will be discussed in the next meeting and the House is now adjourned to meet again at 10.00 a.m. Tuesday, the 11th January.

[The House then adjourned to meet again at 10 O'Clock in the morning on Tuesday, January 11, 1994]

PCPPI—776(96) Senate—16-4-96—180.